بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارکپور

ذی الحجہ 1441 | اگست 2020 | جلد: 44۔ شمارہ: 8

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

ASHRAFIA MONTHLY

بنوائیں

کوڈ نمبر 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149

الجامعۃ الاشرفیہ 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی. فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

25 $ امریکی ڈالر 20 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	مردِ آہن حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ	مبارک حسین مصباحی	3

-------------**تعزیات**-------------

تعزیت نامے	پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ کمیل اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ	عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ عزیزی	6
	حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی مرحوم	عزیز ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ عزیزی	6
	آہ! ایک محسن کا سایہ اٹھ گیا	مفتی محمد نظام الدین رضوی	7

-------------**فقہیات**-------------

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں........	مفتی محمد نظام الدین رضوی	8

-------------**نظریات**-------------

فکر امروز	پیغمبرِ اسلام کا غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ	مولانا محمد عابد چشتی	11

-------------**اسلامیات**-------------

شعاعیں	مدنی تاجدار کی جلوہ گری	صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ	14
اصلاح معاشرہ	جہیز اور ہمارا معاشرہ	محمد طارق نعمان گڑنگی	16

-------------**حیات بعد الممات**-------------

دائمی زندگی	حیاتِ جاودانی	علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ	18

-------------**غوثیات**-------------

بزمِ تصوف	غوثِ اعظم کی زندگی کے چند تابندہ نقوش	مبارک حسین مصباحی	25

-------------**رضویات**-------------

مسئلہ ختم نبوت	مسئلہ ختم نبوت اور امام احمد رضا	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	31

-------------**شخصیات**-------------

انوار حیات	حضرت علامہ محمد حسین صدیقی ابوالحقانی علیہ الرحمہ	مبارک حسین مصباحی	33
نقوشِ زندگی	آہ! مولانا محفوظ الرحمٰن رضوی علیہ الرحمہ	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	42

-------------**ادبیات**-------------

نقد و نظر	انبساط-از: حسن رضا اطہر	تبصرہ نگار: مہتاب پیامی	45
خیابانِ حرم	منظومات	مفتی محمد قمرالحسن قمر بستوی/سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی	47

-------------**وفیات**-------------

سفرِ آخرت	چند اہم شخصیات کے وصال پر ملال........	مبارک حسین مصباحی	48
	حضرت مولانا مفتی غلام یٰسین نعیمی مصباحی علیہ الرحمہ........	مبارک حسین مصباحی	49
	حضرت علامہ الحاج منور حسین عزیزی مصباحی........	مولانا نور الہدیٰ مصباحی	50
	آہ! مولانا الحاج الشاہ نسیم الدین رضوی........	محمد صابر القادری فیضی	51
	مولانا افروز احمد اشرفی مصباحی........	مولانا محمد ہاشم اعظمی	52

-------------**مکتوبات**-------------

صدائے بازگشت	مولانا محمد عرفان قادری/مولانا محمد عبدالباری نعیمی		53

-------------**سرگرمیاں**-------------

خیر و خبر	ہمیں مدارس چلانے کے لیے سرکاری بھیک کی ضرورت نہیں/ہمیں توہین رسالت ہرگز برداشت نہیں کریں گے/خانقاہ حسنی حضوری سریا شریف میں عرس مجددی		55

اداریہ

مردِ آہن حضرت حافظ محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمۃ
وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی

مبارک حسین مصباحی

۲۰/ اکتوبر ۲۰۲۰ء منگل کی شب میں ۹/ بجے کے قریب حضرت حافظ محمد قمر الدین رضوی ہولی فیملی ہاسپٹل دہلی میں وصال فرما گئے۔ 25 دسمبر 2020 کو سانس لینے میں دقت کی وجہ سے ایڈمٹ ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ محترمہ بھی ایڈمٹ ہوئیں مگر وہ تو دس دن کے بعد صحت مند ہوگئیں، آپ مسلسل آئی سی یو میں زیرِ علاج رہے۔ اسی دوران آپ کو نمونیہ کی شکایت ہوگئی، آخر میں آپ کو ہارٹ اٹیک ہو گیا اور آپ دنیا کو الوداع کہہ گئے جس نے سنا دم بخود رہ گیا، ہمیں بھی شدید افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پڑھا اور چند سورتیں تلاوت کر کے انھیں ایصال ثواب کیا، حالاں کہ اس سے قبل ہم لوگ مسلسل صحت یابی کی دعائیں کر رہے تھے۔ بار گاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اہلیہ محترمہ، اولاد اور اہلِ خانہ کو صبر و شکر کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

رضوی کتاب گھر دہلی:

محبِ گرامی وقار حضرت حافظ محمد قمر الدین رضوی علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت صالح پور بستی میں ہوئی۔ حفظ و قراءت سے فراغت کے بعد آپ بھیونڈی، مہاراشٹر تشریف لے گئے۔ حافظ صاحب کسی دولت مند خاندان کے فرد نہیں تھے، مگر عزم و ہمت کی دولت خوب پائی تھی، عزیمت و استقامت کے کوہِ گراں تھے، جب آپ کسی بڑے کام کا منصوبہ بناتے تو آپ کی نظر جیب پر نہیں بلکہ ہمیشہ منزل مقصود پر رہتی تھی۔ اسی جذبۂ جنوں خیز سے آپ بڑے سے بڑا کام کر لیتے تھے، فکر و تدبر کے بادشاہ تھے، بر وقت رقم کا انتظام کیسے کرنا ہے، اپنی دور اندیشی سے بیٹھے بٹھائے بڑی بڑی رقمیں حاصل کر لیتے تھے، آپ حکمتِ عملی سے اپنے سارے کام بآسانی پایۂ تکمیل کو پہنچا دیتے تھے۔

ایک بار ہم لوگوں سے دہلی میں اپنے ایک مراد آباد کے سفر کی روداد بیان فرمائی کہ ہم مراد آباد کے لیے نکل گئے، بس میں جب کنڈیکٹر نے ٹکٹ کاٹنا شروع کیا تو ہم نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا، مگر افسوس جیب خالی تھی۔ آپ اپنے چہرے بشرے سے بھی خوش حال نظر آتے تھے، ہنس مکھ مزاج کے مردِ آہن تھے، آپ کی پیشانی پر غم و افسوس کی کوئی لکیر نہیں ابھری بلکہ پورے اعتماد کے ساتھ کہا مراد آباد پہنچتے ہی کرایہ ادا کر دوں گا، ڈرائیور نے بھی خلافِ توقع آپ پر اعتماد کر لیا۔ مراد آباد میں جیسے ہی اترے رکشے والے دوڑے۔ آپ نے ایک رکشے والے سے کہا ذرا اتنے روپے دے دو ہم ابھی آپ کو دے دیں گے، رکشہ والے نے روپے آپ کو دیے، آپ نے ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور رکشہ میں بیٹھ کر مراد آباد کے کسی شناسا کتب خانے پر پہنچے اور دوکان دار سے رقم لے کر رکشے والے کو ساری رقم ادا کر دی۔ یہ تھی آپ کی عزیمت اور حوصلہ مندی۔ تدبر و ذہانت میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔

1992 یا 93 کی بات ہے، ہم کسی پروگرام میں بھیونڈی پہنچے، ایک راہ سے گزرتے ہوئے ہمیں غیبی نگر بھیونڈی میں رضوی کتاب گھر بھی نظر آ گیا۔ فور وہیلر سائڈ سے لگوائی، مختصر سے تعارف کے بعد بڑے تپاک سے لیا، خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوئی ہم نے المجمع المصباحی، مبارک پور سے دو ایک کتابیں شائع کی تھیں، ان کے تعلق سے بھی حافظ صاحب سے اظہارِ خیال کیا اور دیگر اہم باتیں بھی ہوئیں، یہ آپ سے ہماری پہلی ملاقات تھی۔

رضوی کتاب گھر بھیونڈی ہی میں مشہور ہو چکا تھا، بڑی اہم کتابیں آپ نے شائع فرمائیں، بھیونڈی میں باقی رکھتے ہوئے مٹیا محل، جامع مسجد دہلی-6 میں قائم کیا۔ بعد میں ایک دوکان نیچے حاصل کی، مزید قریب میں متعدّد گوداموں کو حاصل کیا، ذاکر نگر دہلی میں ایک انتہائی بیش قیمت رہائش گاہ خریدی۔ آپ بلند اخلاق تھے ملنے جلنے میں بھی اپنی مثال تھے، ہم مٹیا محل دہلی پہنچتے تو حافظ صاحب سے ملاقات کرتے، ان کی چائے وغیرہ ضرور پیتے۔ کئی بار اسی علاقے کے کسی ہوٹل میں رمضان المبارک میں قیام کرتے تو متعدّد بار آپ نے افطار کی دعوت پیش فرمائی۔ افطار میں کثیر سامان اکل و شرب ہوتے۔ حافظ صاحب عرس عزیزی میں مبارک پور ضرور تشریف لاتے، متعدّد بار ہماری قیام گاہ پر آرام فرمایا ہم بھی اپنی معمولی وسعت کے مطابق کھلانے پلانے کا شرف حاصل کرتے۔ آپ نہ صرف خود بڑے ناشر و تاجر ہوئے بلکہ اپنے برادران اور اعزہ و اقارب کو بھی اسی کام سے جوڑ دیا۔ آپ نے تفاسیر، احادیث، سیرت ، تصوف اور اسلامیات کے کثیر موضوعات پر چھوٹی بڑی سیکڑوں کتابیں شائع فرمائیں۔

محبِ گرامی حضرت مولانا سلمان رضا فریدی صدیقی مسقط عمان نے کیا خوب ترجمانی کی ہے۔

رحم واخلاص و مروت کی ضیا قمر الدین — اپنے کردار کا اک نقشِ عیاں چھوڑ گئے
کر کے وہ نشر و اشاعت کے ذریعے خدمت — باغِ ملت کے لیے بحرِ رواں چھوڑ گئے

mubarakmisbahi@gmail.com

ماہ نامہ کنزالایمان اردو اور ہندی دھلی:

نومبر 1988ء سے آپ نے ماہ نامہ کنزالایمان دہلی اردو اور ہندی میں جاری فرمایا، جواب تک [کرونا کی مہاماری کے چند ماہ بند رہا] جاری ہے۔ 2021ء سے پھر اشاعت جاری ہوگئی ہے۔ محبِ مکرم حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ اس کے اول روز سے ایڈیٹر ہیں۔ چند برس بزرگ قلم کار حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ اس کے مدیرِ اعلیٰ رہے۔ آپ کے بعد نوجوان فاضلِ اشرفیہ محبِ گرامی وقار حضرت مولانا محمد ظفرالدین برکاتی دام ظلہ العالی اس کے مدیرِ مسئول ہیں۔ مولانا جدید و قدیم صلاحیتوں کے حامل ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے کامیاب اسٹوڈینٹ ہیں، باشعور ہیں اور لکھنے پڑھنے کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں، عہدِ حاضر میں دو زبانوں میں الگ الگ رسالے جاری رکھنا بڑی بلند ہمتی کا کام ہے۔ بلاشبہ یہ رسالہ دعوت و تبلیغ اور فکر و فن کی خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس میں ہمارے حافظ جی علیہ الرحمہ کا کلیدی کردار ہے، اسی کے ساتھ یہ رضوی کتاب گھر کا ایک نام ور ترجمان ہے۔ اس رسالے کی مسلسل اشاعت کو عزیمت و استقامت کے پیکر حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی کی جسارت اور کرامت دونوں کہہ سکتے ہیں۔

(1)-شارحِ بخاری نمبر: ماہ نامہ کنزالایمان دہلی سن 2000 میں ضخیم شارحِ بخاری نائبِ مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ سابق صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور کی علمی شخصیت و فکر پر جاری فرمایا، اس نمبر میں آپ کی حیات، خدمات، فقیہانہ بصیرت اور محد ثانہ عزیمت پر وقیع مضامین ہیں۔

(2)-خطیب البراہین نمبر، مئی 2013: 66 صفحات پر مشتمل یہ ایک وقیع نمبر ہے، بفضلہ تعالیٰ اس میں شکستہ لفظوں میں ایک تحریر ہماری بھی ہے، خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین قادری برکاتی محدث بستوی قدس سرہ العزیز ایک صوفیِ باصفا اور مرشدِ کامل کی حیثیت سے محتاجِ تعارف نہیں۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نام ور فاضل تھے۔ ہمارے کرم فرما ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کے ایڈیٹر حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ نے ایک صفحہ کا ابتدائیہ تحریر فرمایا ہے۔ اس تحریر سے حضرت خطیب البراہین قدس سرہ کے ساتھ خود قلم کار کی شخصیت کے مخفی پہلو بھی اجاگر ہوگئے ہیں۔ جن دنوں حضور خطیب البراہین دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی میں شیخ الحدیث تھے، قلم کار ان دنوں دو برس بحیثیت طالب علم اسی کے ہاسٹل میں مقیم تھے۔ واضح رہے کہ یہ خصوصی شمارہ حضور صوفی صاحب علیہ الرحمہ کے عرسِ چہلم پر شائع ہوا تھا۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ مضمون کا عنوان یہ مصرع ہے: **"عالموں کے رہنما ہیں حضرت صوفی نظام الدین"**

پہلا اقتباس: حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

> "1970ء میں ہم دار العلوم تنویر الاسلام امرڈوبھا، ضلع بستی (موجودہ سنت کبیر گر) یوپی میں شعبۂ حفظ قراءت کے طالب تھے اور حضرت وہاں شیخ الحدیث تھے۔ وہ ایک مثالی اور شفیق استاذ تھے، جو حضرات ان سے قریب رہے ہیں، وہ اس حقیقت سے خوب واقف ہیں اور سبھی اس بات کا اعلانیہ اعتراف بھی کرتے ہیں۔ ہم نے آج تک صوفی صاحب کی ذات اور شخصیت یا کردار کے حوالے سے کوئی شکایت نہیں سنی۔ یہ ان کی سب کے دل میں یکساں مقبولیت کی دلیل ہے۔ اس سے بڑی بات اِس دور کے لحاظ سے یہ ہے کہ صوفی صاحب ایک نہایت پارسا عالمِ باعمل اور پابندِ شرع نمازی مفتی پیرِ طریقت تھے۔ یہ سب خوبیاں شاید ہی کسی عالم دین میں جلدی نظر آتی ہیں، اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ صوفی صاحب اس دور میں سبھی عالموں کے رہ نما ہیں اور تمام اساتذۂ مدارس کو ان کی تقلید و تائید کرنا چاہیے۔"

اس تحریر سے معلوم ہوا کہ حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ 1970 اور 1971 میں دار العلوم تدریس الاسلام امرڈوبھا ضلع بستی میں شعبۂ حفظ و قراءت میں زیرِ تعلیم رہے۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت صوفی صاحب میں بہت سی خوبیاں تھیں، اس لیے وہ فیصلہ کن الفاظ میں لکھتے ہیں کہ **"صوفی صاحب اس دور میں سبھی عالموں کے رہ نما ہیں اور تمام اساتذۂ مدارس کو ان کی تقلید و تائید کرنا چاہیے۔"**

دوسرا اقتباس: حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

> "ہم نے اپنے دورِ طالب علمی میں اپنی آنکھوں سے مسلسل دو سال دیکھا ہے کہ صبح میں فجر کی نماز کے لیے سب سے پہلے اٹھتے اور تمام اساتذہ و طلبہ کو جگاتے پھر وضو کرکے مسجد میں جانے سے پہلے بھی سب کو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی تلقین کرتے۔
>
> صوفی صاحب کے ہم عصر اساتذہ شاید ہماری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ صوفی صاحب نے کبھی طلبہ پر نماز کے لیے سختی نہیں کی بلکہ ان کے کردار و عمل کو دیکھ کر ہی طلبہ نماز کی پابندی کرنے میں دل چسپی لینے لگتے تھے جب کہ بہت سے مدارس میں اس کے لیے سختی کرنی پڑتی ہے۔
>
> وجہ ظاہر ہے کہ جب ظاہر و باطن اور قول و عمل میں یکسانیت ہوگی تو باتیں بھی موثر ہوں گی اور کردار و عمل بھی زبان کا کام کریں گے۔ یہی حال صوفی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی باعمل زندگی کا ہے۔"

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ نے نکتہ آفرینی فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت صوفی صاحب قدس سرہ نے اپنے عہد میں نماز کے لیے مسلسل تلقین فرمائی مگر کسی طالب علم کو مارا نہیں بلکہ اپنی تقویٰ شعار شخصیت کو اس انداز سے پیش فرمایا جس سے متاثر ہو کر طالبانِ علومِ نبویہ خوف سے نہیں بلکہ اپنے ذوق و شوق سے نمازی بن جاتے تھے۔

تیسرا اقتباس: حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ اپنے تعلق خاطر کو اجاگر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"دوسرے شہروں، دیہاتوں اور قصبوں کی طرح دہلی اور ممبئی میں بھی آپ کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد ہے۔ فراغت کے بعد جب ہم بھیونڈی گئے تو ہماری دعوت پر دس محرم الحرام کی سالانہ محفل میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے 1980ء تک حضرت برابر تشریف لاتے رہے اور بھیونڈی میں ہمارے غریب خانے پر بھی بارہا تشریف لا چکے ہیں۔

اور پھر دہلی میں جب قیام ہوا تو حضرت جب بھی دہلی میں تشریف لاتے تو ماہنامہ کنزالایمان ورضوی کتاب گھر کے دفتر میں ضرور تشریف لاتے اور جو بھی نئی کتاب دیکھتے خرید کر لے جاتے اور اکثر دریافت کرتے کہ اب کون سی نئی کتاب آرہی ہے؟"

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ حفظ وقراءت سے فراغت کے بعد بھیونڈی تشریف لے گئے ممبئی اور بھیونڈی وغیرہ میں بھی آپ کے مردیدین اور متوسلین کثیر تعداد میں تھے۔ حافظ صاحب 10 محرم الحرام میں خطاب کے لیے مدعو فرماتے اور آپ مسلسل تشریف لے جاتے۔ یہ سلسلہ 1980ء تک جاری رہا۔ بھیونڈی میں بھی حضرت صوفی صاحب حضرت حافظ صاحب کی قیام گاہ پر تشریف لاتے رہے۔ اسی طرح جب رضوی کتاب گھر دہلی میں قائم ہوگیا تو آپ دہلی پہنچتے تو رضوی کتاب گھر اور ماہ نامہ کنزالایمان دہلی کے آفس ضرور تشریف لاتے۔ حافظ صاحب لکھتے ہیں: **"جو بھی نئی کتاب دیکھتے خرید کر لے جاتے اور اکثر دریافت کرتے کہ اب کون سی نئی کتاب آرہی ہے؟"** حضرت صوفی صاحب قدس سرہ کا یہ عمل اپنے معاصرین کے لیے قابلِ تقلید ہے ورنہ عام طور پر بڑے علمائے کرام کتابیں خریدنے کو اپنی توہین تصور کرتے ہیں انھیں تو بس "مفت مل جائے تو برا کیا ہے" پر پابندی سے عمل کرنا ہے۔

(3) -خصوصی شمارہ نذر اُسید: 66 صفحات پر مشتمل یہ وقیع اور علمی شمارہ ہے۔ ماہ نامہ کنزالایمان دہلی رجب/شعبان 1435ھ/مئی 2014ء نے شہید بغداد شیخ اسید الحق قادری علیہ الرحمہ کی نذر ہے۔ 4مارچ 2014ء میں آپ بغداد مقدس میں دہشت گردی کا شکار ہوگئے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے باصلاحیت فرد فرید تھے۔ آپ نے جس تیزی کے ساتھ تدریس، تصنیف اور تحقیق وترتیب کے امور انجام دیے اس کی اپنی ایک منفرد علمی تاریخ ہے۔ کم از کم مجھے نہیں لگتا کہ کسی خانقاہ میں اتنا ہونہار کوئی شہزادہ ہو۔ اس میں ہماری تحریر بعنوان "وہی چراغ بجھا جس کی لو قیامت تھی" شامل ہے۔

(4)-تاج الشریعہ نمبر: ماہ نامہ کنزالایمان دہلی نے 220 صفحات پر مشتمل وقیع وضخیم نمبر حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری قدس سرہ کی شخصیت اور ان کے علمی افکار اور فقہی خدمات پر جاری کیا۔

(5)-مشائخ دہلی نمبر: یہ عظیم وضخیم نمبر سب سے ضخیم ہے، جو تیاری کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ اشاعت کا بار بار اعلان ہوا مگر افسوس بعض وجوہات کے پیش نظر اس کی اشاعت نہیں ہوسکی۔ اللہ تعالیٰ مشائخ دہلی کے طفیل اس کی اشاعت کا انتظام فرمادے گا۔

محب گرامی وقار حضرت حافظ محمد قمرالدین رضوی علیہ الرحمہ بلا شبہ مردِ آہن تھے۔ متوسط گٹھیلا بدن، نورانی چہرا، حساس نگاہیں، ہنستے مسکراتے لب، مسلسل متحرک وفعال، سوچنے سے زیادہ کرتے تھے یا کرنے سے زیادہ سوچتے تھے ہم آج تک یہ فیصلہ نہیں کرسکے۔ بہر حال وہ کام کی مشین تھے۔ بڑے سے بڑا کام انجام دینا ان کے لیے آسان ہوتا تھا۔ ایک بار متعدّد معاصرین بیٹھے ہوئے تھے، گفتگو کے دوران کسی نے فرمایا، اگر لال قلعہ کی فروختگی کی بات سامنے آجائے تو ہمارے حافظ صاحب اس کے خریداروں میں بھی شامل ہوجائیں گے۔ یہ بات تو انھوں نے بطور مزاح فرمائی تھی، مگر سچائی یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے آگے بڑھ کر دکھایا، دوسرے کتب خانے والوں کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے، آپ سالانہ رضا اسلامک ڈائری، رضوی جنتری اور مختلف انداز کے اسلامی کلینڈر بھی شائع فرماتے تھے۔ ان تمام چیزوں کو جس ڈھنگ سے آپ وافر مقدار میں فروخت فرماتے تھے یہ آپ ہی کے دماغ کا کمال تھا۔ آپ نے 18 جلدوں میں تفسیر نعیمی ، 15 جلدوں میں تفسیر روح البیان اور دو جلدوں میں مکمل قرآن کی تفسیر مظہر القرآن شائع فرمائی، اسی طرح دیگر اہم کتب بھی شائع فرماتے رہے، مسئلہ اخراجات کا نہیں بس ان کی سمجھ میں آنے کا ہوتا تھا۔ آپ نہایت چاک وچوبند اور پھرتیلے تھے۔ ابھی عمر ہی کیا تھی، بالکل چلتے پھرتے لاکھوں شیدائیوں کو چھوڑ کر چل بسے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ. (سورہ اعراف، آیت:34)

ترجمہ: اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ پیچھے ہو نہ آگے۔ (کنزالایمان)

ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما، اپنے حبیب شفیع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ ان کا مقدر بنا، پس ماندگان میں محترمہ اہلیہ صاحبہ دام ظلہا العالی، اولاد خاص طور پر بڑے صاحب زادے عزیز القدر محمد احمد سلمۂ اور دیگر متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم. ☆☆☆☆

تعزیت نامے

عزیز ملت حضرت علامہ عبد الحفیظ عزیزی

پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ کمیل اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ

خانوادہ اشرفیہ کے عظیم پیر طریقت حضرت علامہ و مولانا سید شاہ کمیل اشرف اشرفی الجیلانی کی وفات کی روح فرسا خبر موصول ہوئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

حضرت جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قابل فخر فرزند اور تنظیم ابنائے اشرفیہ کے سرپرست تھے ساتھ ہی باصلاحیت عالم دین، بلند پایہ خطیب اور پیر طریقت تھے۔ خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف اور جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں ہمیشہ گہرا اور دیرینہ تعلق رہا ہے۔ اور آج بھی اس خانوادے سے میرے اور جامعہ اشرفیہ کے اچھے مراسم اور روابط ہیں۔ حضرت پیر طریقت علیہ الرحمہ اسی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے اور مخدوم ثانی پیر سید شاہ طفیل اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمہ کے شہزادے اور جانشین تھے۔ ان سے میرے بڑے گہرے روابط و تعلقات تھے۔ آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کو ہمیشہ اپنی دعاؤں سے نوازتے اور اس کی خدمات سے بہت خوش ہوتے تھے۔ متعدّد بار آپ نے جامعہ اشرفیہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ آپ نے اس رابطے کو استحکام و دوام بخشنے کے لیے چند سال پہلے میرے صاحب زادے مولانا محمد نعیم الدین عزیزی مصباحی کو سلسلہ عالیہ قادریہ اشرفیہ کے جملہ سلاسل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ فالحمد لله على ذلك.

حضرت پیر طریقت علیہ الرحمہ کی دینی علمی خدمات بہت ہیں۔ ان خدمات کے اعتراف میں جامعہ اشرفیہ نے آپ کی خدمت میں حافظ ملت ایوارڈ پیش کیا۔ حضرت بڑے خلیق، ملنسار، نیک شریف الطبع، مہمان نواز اور مختلف صفات و کمالات کے جامع تھے۔ آج ان کی وفات سے پورا جامعہ اشرفیہ سوگوار ہے۔ اور آپ کی غم رحلت میں آپ کے اہل خانہ اور مریدین کے ساتھ شریک ہے۔ اللہ حضرت کو جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور جملہ پسماندگان و مریدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم.

شریکِ غم
عبد الحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

18 ربیع النور 1442ھ
5 نومبر 2020ء

حضرت حافظ محمد قمر الدین رضوی مرحوم

رضوی کتاب گھر دہلی اور ماہ نامہ کنز الایمان کے مالک محترم المقام جناب حافظ قمر الدین رضوی مرحوم کی رحلت کی خبر سن کر قلبی تکلیف ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن.

محترم حافظ صاحب مرحوم بڑے نیک طینت، نیک خصلت اور قوم و ملت کا درد رکھنے والے ایک بہترین انسان تھے۔ آپ کی زندگی کے دو کارنامے بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ پہلا رضوی کتاب گھر کا قیام، دوسرا ماہ نامہ کنز الایمان کی اشاعت۔

رضوی کتاب گھر سنی جماعت کا ایک مشہور مکتبہ ہے۔ اس کے بانی محترم حافظ صاحب مرحوم تھے۔ اس کا شمار دہلی جیسے شہر میں سنی جماعت کے اولین مکتبوں میں ہوتا ہے۔ اسی مکتبہ کے ذریعہ انھوں نے سیکڑوں کتابوں کی اشاعت فرمائی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کے رسائل کو اول اول منظرِ عام پر لانے میں آپ کا اہم کردار رہا ہے۔

حافظ قمر الدین رضوی مرحوم کی رحلت کی خبر روح فرسا اور افسوس ناک ہے۔ اس غم کی گھڑی میں ہم اور ادارہ جامعہ اشرفیہ آپ کی اولاد امجاد، قرابت داروں اور رشتہ داروں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ اللہ رب العزت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور غریقِ رحمت کرے اور ان کے لواحقین کو صبر و شکر کی توفیق بخشے۔ آمین بجاه حبيبك النبي الامين الكريم.

شریکِ غم
عبد الحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

4 ربیع النور 1442ھ
22 اکتوبر 2020ء

پیر طریقت، عالم شریعت، خطیب الاسلام حضرت علامہ سید شاہ کمیل اشرف کا وصال پر ملال

آہ ایک محسن کا سایہ اٹھ گیا

رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ واسکنہ بحبوحۃ جنانہ وعاملہ برضوانہ

مفتی محمد نظام الدین رضوی

آج بعد ظہر ۲ بجے کے قریب نہایت غم ناک خبر موصول ہوئی کہ اہل سنت وجماعت کے بلند پایہ عالم دین، عظیم المرتبت خطیب، علم دوست، علما نواز، اخلاق کریمانہ کے حامل صوفی باصفا اور سلسلہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کے عظیم مرشد طریقت حضرت مولانا سید شاہ کمیل اشرف ا، شرفی الجیلانی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون. وقت وصال دن کے ایک بج رہے تھے اور یہ گویا سفر آخرت کے وقت توحید باری کا اشارہ تھا۔

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم کے ابنائے قدیم سے تھے۔ ۱۹۵۷ء میں آپ یہاں سے فارغ ہوئے۔ آپ نے پوری زندگی وعظ و خطابت، رشد و ہدایت دعوت و تبلیغ اور دین وسنیت کی نشر و اشاعت میں گزار دی۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب پورے ہندوستان میں آپ بلند پایہ خطیب کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

بارہا آپ نے حضور سیدی و مرشدی مفتی اعظم علامہ مصطفے رضا خان برکاتی نوری علیہ الرحمۃ کی صدارت میں بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب فرمایا، حضرت آپ کے خطاب کو پسند فرماتے اور اہمیت دیتے بسا اوقات کسی اہم اجلاس میں خطیب کی کمی ہوتی تو وہاں حضرت کے اشارے پر آپ تشریف لے جاتے آپ کا خطاب مسحور کن اور نکات پر مشتمل ہوتا بڑی بڑی محفلوں میں آپ کی شرکت کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی ادھر زیادہ دنوں سے پیرانہ سالی کی وجہ سے اجلاس میں کم ہی جاتے تھے لیکن جب خطاب فرماتے تو مجمع پر ایک کیف کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

ایک بلند پایہ خطیب و عالم ہونے کے ساتھ ایک عظیم پیر طریقت بھی تھے۔ اپنے والد ماجد مخدوم ثانی حضرت سید شاہ طفیل اشرف اشرفی الجیلانی کی مسند سجادگی پر متمکن ہو کر پوری زندگی دینی امور کی انجام دہی میں مصروف عمل رہے۔ بسکھاری میں دار العلوم محبوب یزدانی نامی ایک ادارہ بھی قائم فرمایا جس میں دینی تعلیم و تربیت کا بہتر انتظام ہے، باصلاحیت اساتذہ روز و شب "کُونُوا رَبّانِیِّینَ بِما کُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْکِتابَ وَ بِما کُنْتُمْ تَدْرُسُونَ." پر عمل پیرا رہتے ہیں آپ کی دینی، ملی، تبلیغی خدمات کے اعتراف میں شہزادہ حضور حافظ ملت، عزیز ملت حضرت مولانا شاہ عبد الحفیظ مصباحی سربراہ اعلی جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے جامعہ اشرفیہ کا سب سے بڑا اعزاز **حافظ ملت ایوارڈ** عرس عزیزی کی محفل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ بجا طور پر اس کے حق دار بھی تھے۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمۃ مکارم اخلاق کے پیکر، حسن جمال اور حسن سیرت کے بہترین مرقع تھے۔ بڑے مہمان نواز اور مرنجا مرنج طبیعت کے حامل عظیم انسان تھے۔ چھوٹوں پر شفیق و مہربان تھے اور بڑوں کے لیے کریم و قدر داں تھے۔ مجھ پر بڑے شفیق اور میرے بڑے محسن تھے۔ ان کی رحلت میرے ایک عظیم محسن کی رحلت ہے۔

حضرت پیر صاحب کی عنایتیں اور نوازشیں یاد ہیں۔ میں عروس البلاد ممبئی جب بھی جاتا آپ سے ملاقات ضرور کرتا ابھی سولہ روز پہلے ممبئی جانا ہوا تو آپ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے حاضر خدمت ہوا تھا۔ نقاہت و ضعف اور بیماری کے سبب پہلے جیسی خوش گوار ملاقات تو نہیں رہی۔ لیکن اس حالت میں بھی آپ نے اس بے مایہ اور جامعہ اشرفیہ اور عزیز ملت اور اساتذہ اشرفیہ کے احوال و کوائف دریافت فرمائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور سب کو سلام کہا پھر میں بڑے ادب کے ساتھ سلام عرض کر کے رخصت ہوا، باہر یہ کہ کر روک لیا گیا کہ حضرت پیر صاحب نے چائے پلانے کے لیے فرمایا ہے میں ٹھہر گیا اور چائے نوشی کے وقفہ میں حضرت کی بیماری کے احوال معلوم کیے سب نے بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ کسے معلوم تھا کہ حضرت پیر صاحب سے میری یہ ملاقات آخری ملاقات ہوگی۔ افسوس آج کی افسوس ناک خبر نے اسے آخری ملاقات کا جامہ پہنا دیا۔ للہ ما اخذ و اعطی و کل شیئ عندہ الی اجل مسمی .

آج حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ کی وفات سے سلسلہ اشرفیہ کے ایک زریں عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ ان کی وفات کے غم میں آپ کے صاحب زادگان ،خان دان اور ہزاروں مریدین کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ، طلبہ، ارکان، بالخصوص عزیز ملت حضرت سربراہ اعلی سب شریک غم ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت حضرت کی خدمات دینیہ کو قبول فرمائے، آپ کو غریق رحمت کرے۔ شمیم جنت کی راحتیں نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان اور مریدین و معتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

18 ربیع النور 1442ھ — شریک غم
5 نومبر 2020ء — محمد نظام الدین رضوی
جمعرات — صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

=============مفتی اشرفیہ محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے=============

میت نے قربانی کی وصیت نہیں کی اور اس کی جانب سے اس کا کوئی لڑکا قربانی کرے جس پر خود قربانی واجب ہے تو کیا اس لڑکے سے وجوبِ قربانی ساقط ہو جائے گا؟

(الجواب)---------------------

ہاں مختار یہ ہے کہ قربانی اس لڑکے کی طرف سے ہوگی اور وہ قربانی کے وجوب سے سبک دوش ہو جائے گا، والد کو صرف قربانی کا ثواب ملے گا۔

”ولو ضحی عن میت من مال نفسه بغیر أمر المیت جاز، ولهٗ أن یتناول منه ولا یلزمه أن یتصدق به، لأنها لم تصر ملکا للمیت، بل الذبح حصل علی ملکه ،ولهذا لو کان علی الذابح أضحیة تقع عن المیت...إذا ضحی رجل عن ابو یه بغیر امرهما و تصدق به، جاز لأن اللحم ملکه وإنما للمیت ثواب الذبح والصدقة.“

فتاویٰ شامی اخیر کتاب الاضحیہ میں ہے:

”وإن تبرّع بها عنه له الأکل، لأنه یقع علی ملك الذابح والثواب للمیت،ولهذا لوکان علی الذابح واحدة سقطت عنه أضحیة کما في الأجناس. قال الشرنبلالي: لکن في سقوط الأضحیة عنه تأمل، أقول صرح في فتح القدیر في الحج عن الغیر بلا أمر أنّه یقع عن الفاعل فیسقط به في الفرض عنه وللآخر الثواب، فراجعه.“ (ردالمحتاراخیر،کتاب الأضحیة)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”سئل عن یضحی عن المیت، قال: یصنع به کما یصنع بأضحیته أر ید به أنّه یتناول من لحمه کما یتناول من لحم أضحیته ، فقیل له أتصیر عن المیت؟ قال: الأجر للمیت، والملك للمضحیّ، و به قال سلمة و بن مقاتل وأبو مطیع، وقال عصام یتصدق بالکل، وفي الکبریٰ، المختارأنّه لا یلزمه.“ (الفتاویٰ التاتار خانیة، کتاب الأضحیة، الفصل السابع في التفحیة عن الغیر وفي التضحیة بشاة الغیر عن نفسه)

بزازیہ میں ہے:

”وأجاز نصیر بن یحيٰ ومحمد بن سلمی ومحمد بن مقاتل فیمن یضحی عن المیّت أنّه یصنع به مثل ما یصنع بأضحیة نفسه من التّصدق والأکل والأجر للمیت والملك للذابح.“

(بزازیة علی هامش الهندیة، 2/ 295)

فتح المعین میں ہے:

”تبرع بالأضحیة عن میت، جازله الأکل منها والهدیة والصدقة، لأن الأجر للمیت والملك للمضحیّ، وهوالمختار، بخلاف مالوکان بأمر المیت، حیث لا یاکل في المختار.“ (فتح المعین، کتاب الأضحیة)

علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس بارے میں تامل ہے کہ یہ قربانی ذابح کی طرف سے ہوگی، یعنی اس کا واجب ادا ہو جائے گا، تامل کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ قربانی ہو رہی ہے میت کی طرف سے یعنی میت کی نیت سے تو وہ ذابح کی طرف سے کیوں ادا ہوگی؟ مگر یہ بے مایہ یہ سمجھتا ہے کہ کسی کی طرف سے قربانی صحیح ہونے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ وہ جانور کا مالک ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کی طرف سے قربانی کی نیت ہو۔ اور یہاں یہ تو بہت ہی واضح ہے کہ میت جانور کا مالک نہیں، نہ پہلے سے مالک تھا، نہ اب ہے۔ اور اس کی طرف سے قربانی کی نیت بھی نہیں، کیوں کہ مرحوم ہونے کے بعد وہ نیت کر ہی نہیں سکتا اور زندگی میں اس نے قربانی کے لیے وصیت نہیں کی۔

جب میت کی طرف سے نہ قربانی کی نیت پائی گئی، نہ ہی وہ جانور کا مالک ہے تو یہ واضح ہو گیا کہ قربانی اس کی طرف سے نہیں ہوگی، البتہ وارث نے قربانی میت کی طرف سے کی ہے تو اس کا ملب یہ ہے کہ میت کو قربانی کا ثواب پہنچے۔

واضح ہو گیا کہ قربانی اس کی طرف سے نہیں ہوگی، البتہ وارث نے قربانی میت کی طرف سے کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میت کو قربانی کا ثواب پہنچے۔

"إنما للميت ثواب الذبح والصدقة." (خانية)

میت کے لیے صرف ذبح اور گوشت کو صدقہ کرنے کا ثواب ہے۔

میت کو صرف قربانی اور گوشت وغیرہ صدقہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ قربانی ذابح کی طرف سے ہو، کیوں کہ وہ جانور کا مالک ہے، ساتھ ہی اس نے قربانی کی نیت سے ذبح کیا ہے۔ اور "تقبل عن فلان" کا مطلب "تقبل ثواب الاضحية عن فلان" ہے۔

اس کے بر خلاف اگر میت نے کوئی جانور چھوڑا جس کا وہ مالک تھا اور اس نے اپنے وارث کو اپنی طرف سے قربانی کا حکم بھی دیا تھا تو یہ قربانی میت کی طرف سے ہوگی، کیوں کہ اس نے قربانی کے لیے جانور خاص کر دیا تھا یا مال چھوڑا تھا جس سے جانور خریدا جا سکتا تھا تو قربانی کی صحت کی حد تک اس کی ملک حکماً باقی رہے گی۔ ساتھ ہی اس کی طرف سے وصیت کے ضمن میں قربانی کی نیت بھی پائی گئی، اس لیے یہاں قربانی میت کی طرف سے ہوگی نہ کہ وارث کی طرف سے، فتاویٰ قاضی خان کا یہ جزئیہ بھی اس کی تائید کرتا ہے:

"رجل اشترى اضحية ثم مات، ان كان الميت أوجبها على نفسه بلسانه يجبر الورثة على ان يضحوا عنه."

ان سب کے باوجود علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تامل قابلِ لحاظ ہے، اس میں ایک گوشہ اور قابلِ غور ہے۔ اس بے مایہ کے ذہن میں جو توجیہ آئی اس کے پیشِ نظر میں نے یہی فتویٰ دینا پسند کیا۔ والعلم بالحق عند الله وهو تعالىٰ أعلم.

-*-*-*-*-*-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلۂ ذیل میں کہ لاک ڈاؤن کے دوران جو اساتذہ اپنے گھر پر ہیں اور ان کا تعلیمی سلسلہ رکا ہوا ہے وہ نئے تعلیمی سال کے آغاز سے لے کر جب تک لاک ڈاؤن رہے گا یا جب تک کسی اور طرح تعلیمی سلسلہ شروع نہیں ہو جاتا، ان ایام کی تنخواہ کے مستحق ہیں یا نہیں؟

(الجواب)--------------------

(1)- مدارس کے اساتذہ شرعی نقطۂ نظر سے تنخواہ دار ملازم ہیں اور ملازمت کی جس نوع سے ان کا تعلق ہے اس کے مطابق یہ اجیر خاص ہیں۔ اجیر خاص پر یہ لازم ہوتا ہے کہ کام کے پورے وقت میں حاضر رہے اور جو کام اس سے متعلق ہے اسے انجام دے اور اگر کسی وجہ سے کسی دن وہ کام موقوف ہو جائے مثلاً طلبہ قرآن خوانی یا امتحان کی تیاری میں مشغول ہوں تو بھی ان پر ڈیوٹی کے اوقات میں حاضر رہنا لازم ہے۔ یہ اپنی اس حاضری میں پوری تنخواہ کے حق دار ہوں گے۔ یہ مسائل عامہ کتبِ فقہ میں باب ضمان الأجیر میں بیان کیے گئے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ اور بہارِ شریعت میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اب لاک ڈاؤن کے مسئلے میں غور فرمائیے۔ 19 مارچ کو سرکاری حکم کے مطابق مدارس بند کر دیے گئے اور یکم جون 2020 تک تعلیم کا سلسلہ موقوف رہا، ساتھ ہی اساتذہ بھی تعطیل کلاں اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے مدارس میں نہ رہے، مگر تعطیلِ کلاں کی تنخواہ دینا لینا پہلے سے معروف اور مدارس کا معمول ہے، اس لیے اساتذہ ان دنوں کی تنخواہ کے بجا طور پر حق دار ہیں، اس میں کسی کو کلام نہیں ہونا چاہیے، کتبِ فقہ میں اس کی بھی صراحت موجود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2)- 2جون 2020 مطابق 9شوال 1441ھ سے بہت سے مدارس میں سرکاری ہدایات کے مطابق آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری ہے، مگر مدرسے میں حاضری اب بھی ضروری نہیں، وہ کہیں بھی رہیں، طلبہ کا گروپ بنا کر نظامِ اسباق کے مطابق انھیں درس دے سکتے ہیں۔ جن مدارس کے اساتذہ آن لائن کسی بھی جگہ سے درس دے رہے ہیں وہ بھی پوری تنخواہ کے حق دار ہیں کہ وہ اسی کے پابند کیے گئے ہیں، ان پر مدرسے کی حاضری لازم نہیں بلکہ اس کے بر خلاف انھیں سماجی دوری بنائے رکھنے کا حکم ہے۔ یہ اساتذہ در اصل حکومت کے ملازم ہیں اس لیے وہ حکومت کی ہدایات کے پابند ہیں اور موجودہ

حالات میں حکومت نے ان پر مدارس کی حاضری لازم نہیں کی، بلکہ صرف ڈیوٹی کا حکم دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(3)- جو اساتذہ پرائیویت ہیں، سرکاری تنخواہ نہیں پاتے، وہ مکمل طور پر اپنی انتظامیہ کے اجیر و ملازم ہیں، اگر انتظامیہ نے انھیں مامور کیا ہو کہ وہ طلبہ کا گروپ بنا کر کسی بھی مقام سے آن لائن تعلیم دیں مگر انھوں نے اس کی خلاف ورزی کی تو وہ 2 جون سے لے کر درس نہ دینے کے زمانے تک کی تنخواہ پانے کے حق دار نہ ہوں گے کہ انھوں نے مامور ہونے کے باوجود ڈیوٹی نہیں دی، جب کام نہیں تو دام نہیں۔

اور اگر انتظامیہ نے انھیں آن لائن تعلیم دینے کا حکم نہیں دیا اس لیے وہ ڈیوٹی نہیں دے سکے تو سماجی دوری قائم رکھنے کے زمانے تک وہ اپنی تنخواہ کے حق دار ہیں کہ ان کی ملازمت باقی ہے اور سوشل ڈسٹنسنگ کے حکم کی وجہ سے مدرسہ حاضر نہیں ہو سکتے اور انتظامیہ نے بھی انھیں آزاد رکھا ہے، کوئی ڈیوٹی تفویض نہیں کی تو یہ صورت تعطیل کے حکم میں ہے، یہ حکم قضا ہے۔

اور حکم دیانت یہ ہے کہ اساتذہ انتظامیہ کو اعتماد میں لے کر آن لائن تعلیم جاری کر دیتے، اسی میں سب کی خیر خواہی تھی، طلبہ کی، انتظامیہ کی، قوم و ملت کی اور خود اپنی بھی۔ حدیث میں ہے: "الدين النصيحة" دین خیر خواہی ہے۔ مدارس کے اساتذہ عموماً علما ہوتے ہیں، انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا، قوم کے اصل رہ نما تو وہی ہیں۔ وہ اس فریضے کی ادائیگی کے لیے کس کی رہ نمائی کے منتظر تھے؟ قوم ان کے بھروسے پر سو رہی ہے اور وہ انتظامیہ کے بھروسے پر سو گئے، افسوس۔ علما آگے بڑھیں اور کم از کم تعلیم و تدریس کے میدان میں تو قوم کی قیادت سنبھالیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

واللہ تعالیٰ اعلم

-*-*-*-*-*-

اس سال لاک ڈاؤن کی وجہ سے مدارس اسلامیہ مالی بحران کے شکار ہیں، بہت سے مدارس میں چندے کی اتنی رقم نہیں آسکی کہ اساتذہ کی تنخواہیں ادا کی جاسکیں، نہ مستقبل قریب میں اتنی آمدنی کی امید، تعلیم بھی موقوف ہے، آن لائن تعلیم کے لائق بچے نہیں ہیں، ابتدائی درجے کے بچے ہیں، ایسی صورت میں اساتذہ کو جواب دیا جائے، یا مدرسہ کی آمدنی کے اعتبار سے ان کی تنخواہیں کم کر دی جائیں یا بعض اساتذہ کو رکھا جائے اور بعض کو جواب دے دیا جائے، کون سے صورت اپنائیں کہ شرعاً جائز ہو؟

(الجواب)--------------------

بلا جرم کسی کو اس کے منصب یا ملازمت سے معزول کرنا جائز نہیں۔ رد المحتار میں ہے:

"لا يجوز عزلُ صاحب وظيفة بلا جنحة أو عدم اهلية." (كتاب الوقف)

جہاں آن لائن تعلیم کے لائق بچے نہیں وہاں بھی غور و فکر کر کے مناسب کام کیے جا سکتے ہیں، جذبۂ ہمدردی و خیر خواہی کے ساتھ کچھ سوچنا چاہیے، اپنے کو مجبور و بے بس بنا لینا کہ ہم یا وہ کچھ کر نہیں سکتے، بے جا امر ہے۔ علما اور ارباب حل و عقد قوتِ فکر و عمل کو کام میں لائیں۔

پھر بھی جہاں فی الحال کام نہیں، وہاں بھی مستقبل قریب میں اساتذہ کی حاجت رہے گی، اس لیے وہ اساتذہ اہل ہوں تو ان کی ملازمت برقرار رکھیں اور مالی استطاعت نہ ہونے کے باعث عارضی طور پر باہمی رضا مندی سے تنخواہ حیثیت کے مطابق کم کر دیں اور جو اساتذہ بہت اچھے ہوں، ان کی کارکردگی لائق ستائش ہو ان کی تنخواہ برقرار رکھیں، مگر یہ کہ وہ خود کم کرنے کی پیش کش کریں اور سب کو یا بعض کو برخاست ہرگز نہ کریں۔

رد المحتار میں ہے:

"قال في البحر: واستفيد من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظيفة في وقف بغير جنحة وعدم أهلية اهـ." (ج:6، ص:455، عند قوله وينزع وجوبا لو الواقف غير مامون/ دار احياء التراث العربي)

-*-*-*-*-*-

پیغمبر اسلام کا غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ

مولانا محمد عابد چشتی

پیغمبر امن وسلام، نبی رحمت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے بنی نوع انسانی کی مذہبی، سماجی، علاقائی، تہذیبی اور روایتی تاریخ کا مطالعہ ہمارے سامنے ایک ایسی دنیا کا نقشہ پیش کرتا ہے جہاں انسانوں کے بیچ اپنے خود ساختہ نظریات، عقائد، تہذیب، علاقہ اور روایتوں کو لے کر تعصب اور آپسی چپقلش عدم برداشت کے اس نقطہ پر پہنچی ہوئی تھی جہاں ایک انسان اپنی ہی انسانی برادری کے خون کا پیاسا نظر آتا ہے اور اپنے مذہب، ثقافت اور نظریات کی بالادستی کے لیے وہ خود انسانیت کی سطح سے گرنے کے لیے پوری طرح آمادہ دکھائی دیتا ہے، تہذیب اور نظریات کے اس ٹکراؤ اور عدم برداشت کی روایات کا ایک تاریخی تسلسل ہے جس کے نتیجہ میں ہزار ہا ہزار جانیں تلف ہوئیں، شہر کھنڈرات میں تبدیل ہوئے، انسانی وجود کی بے حرمتی ہوئی اور مجموعی طور پر پوری دنیا کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ پھر انسان ہزار جتن کے باوجود مذہبی، تہذیبی اور علاقائی تعصب کے اس کھول سے باہر نہ آسکا۔

سفیر امن، پیغمبر اسلام، نبی رحمت ﷺ کی جلوہ گری در اصل دنیا میں پھیلی عدم رواداری، تعصب، نظریاتی عدم برداشت اور انسانوں کے درمیان تہذیب، مذہب، عقیدہ اور رنگ ونسل کی بنیاد پر پنپنے والی نفرتوں کے خلاف ایک مضبوط خدائی آواز تھی جس کی گرج سے انسانی احترام کی راہ میں رکاوٹ بننے والی ساری دیواریں اور نفرتوں کے خود ساختہ بت پاش پاش ہوگئے، ہر طرف محبت، سلامتی، امن اطمینان، رواداری اور برداشت کی کیف آگیں فضائیں چلنے لگیں اور انسان ہونے کے ناطے ایک دوسرے کے درمیان احترام کے جذبات پروان چڑھے۔ نبی رحمت ﷺ نے اپنی مبارک کوششوں سے ایک ایسے پاکیزہ معاشرے کی بنیاد رکھی جہاں مختلف تہذیبوں، نظریات اور مذاہب کے ماننے والوں کو مکمل حقوق اور احترام کے ساتھ رہنے کی پوری آزادی تھی، ایک ایسا معاشرہ جہاں احترام انسانیت کو خدائی تعلیمات کا ناقابل تنسیخ حصہ قرار دیا گیا تھا اور اسی فکر پر پورے معاشرے کی بنیاد رکھی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ زبانی طور پر عدم برداشت کے خلاف آواز بلند کی بلکہ آپ نے اپنی عملی زندگی اور نجی رویوں سے بھی یہی پیغام پوری شفافیت کے ساتھ نشر کیا کہ تمام تر نظریاتی اور مذہبی اختلافات کے ساتھ بھی ایک خوش حال معاشرہ بنایا جاسکتا ہے اور انسان ہونے کے ناطے ایک دوسرے کے تعاون اور امداد باہمی کے ساتھ بھی پر امن طریقے سے رہا جاسکتا ہے۔ قوم، سلطنت اور حکومتوں کی تاریخ میں ایسی پاکیزہ اور انسان دوست ریاست کی مثال ملنا دشوار ہے جس کی تعمیر تو مذہبی بنیادوں پر ہوئی ہو مگر اس ریاست میں ہر شخص کو اپنے مذہب اور عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی نہ صرف آزادی دی گئی ہو بلکہ اس کے دینی اور مذہبی تشخص کے تحفظ کی ضمانت بھی دی گئی ہو، پہلی بار دنیا نے تہذیبوں کے اس پر امن سنگم کا جہاں کھلی آنکھوں سے نظارہ کیا وہ ریاست صرف "ریاست مدینہ" تھی جس کے بانی سفیر امن پیغمبر اسلام ﷺ کی مقدس ذات تھی۔

مندرجہ ذیل سطور میں ہم پیغمبر اسلام ﷺ کی مبارک زندگی کے ان چند پہلوؤں کو قارئین کے روبرو رکھنا چاہیں گے جن کا تعلق غیر مسلموں اور مخالف عقیدہ وتہذیب رکھنے والوں کے ساتھ پیغمبر اسلام کی رواداری، اور ان کے ساتھ آپ کے اخلاقانہ برتاؤ اور پر امن کردار سے ہے جسے سامنے رکھ کر جہاں غیر مسلموں کے تئیں اسلام کے مزاج کو سمجھنے میں مدد ملے گی وہیں سیرت رسول اکرم کا یہ پہلو ان لوگوں کو بھی اپنے فکری قبلہ کو درست کرنے کی راہ دکھائے گا جو اسلام اور پیغمبر اسلام پر تشدد عدم برداشت، سفاکیت اور غیر مسلموں کے ساتھ تعصب کا الزام لگا کر اسلام کی شبیہ کو زک پہنچانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

تم سب آزاد ہو!

فتح مکہ کے دن فضائے عالم میں گونجنے والا پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ وہ مبارک فرمان ہے جس نے انسانی تاریخ میں اپنے "مذہب مخالفین" کے ساتھ رحم وکرم کا ایک نیا اور حیرت انگیز باب قائم کر دیا، پیغمبر اسلام ﷺ کی مبارک زبان سے نکلا ہوا یہ فرمان سننے میں ایک جملہ ہے مگر یہ جملہ اپنے پیچھے خود غیر مسلموں کے طرف سے پیغمبر اسلام اور ان کے

استاذ دار العلوم صمدیہ، پھپھوند شریف، ضلع اوریا (یوپی)

ماننے والوں پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم اور بربریت کی پوری داستان لیے ہوئے ہے اور یہی داستان اس جملے کی تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام کے غیر مسلموں کے ساتھ اچھے کردار اور حسن سلوک کو ناقابل انکار حقیقت کے روپ میں پیش کرتا ہے۔

ایک دہائی سے زیادہ عرصہ تک مکہ کے غیر مسلموں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر پیغمبر اسلام اور ان کے لائے ہوئے خدائی مذہب کو قبول کرنے والے مسلمانوں کو غیر انسانی زیادتیوں کا نشانہ بنایا، ان کے گھر بار لوٹے، خواتین کی بے حرمتی کی، ضعیفوں تک کے پیٹ میں خنجر گھونپے، سماجی مقاطعہ کرکے ان کا ناطقہ بند کیا، بھوکا پیاسا بے رحمی سے موت کے گھاٹ اتارا اور پھر ظلم کا خوفناک تسلسل اس حد تک بڑھا کہ دنیا کی یہ مظلوم قوم اپنے پیغمبر کے ساتھ مکہ میں اپنا گھر بار، زمین جائے داد، کھیتیاں، باغات سب چھوڑ کر حسرت کے ساتھ اپنے ہی وطن ”مکہ“ سے نکل گئی۔ یہ غیر مسلموں کا مسلمانوں اور ان کے پیغمبر کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ تھا جو تاریخ کے حافظے میں اچھی طرح محفوظ ہے۔

آگے چل کر جب حالات بدلتے ہیں اور یہی مظلوم مسلم قوم فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ اپنے وطن واپس لوٹتی ہے اور مکہ کے وہی غیر مسلم ظالم سر جھکائے، شرمسار اور خوفناک انجام کی فکر میں خود اپنی ہی ستائی قوم کے سامنے بندی بن کر لاچار کھڑے ہوتے ہیں، اس وقت دنیا تو یہی سوچ رہی تھی کہ اب بدلے کے طور پر غیر مسلموں کے سر تن سے جدا کرکے اور ان کے وجود کو خاک میں ملا کر پیغمبر اسلام انتقام کی نئی تاریخ رقم کریں گے۔ مگر ایسا نہیں ہوا پیغمبر اسلام نے تاریخ تو رقم کی مگر انتقام کی نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ عفو و درگذر، حسن سلوک، نیک برتاؤ اور انسانیت کی، چناں چہ مکہ کے ان تمام ظالم غیر مسلموں کو خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر معاف کر دیا گیا، پیغمبر اسلام کی مبارک آواز فضا میں گونجی: ”**جاؤ تم سب آزاد ہو!**“

اقوام عالم کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ تھا جب سنگ دل قاتلوں، لٹیروں اور انسانیت کے دشمنوں کو اتنی سادگی کے ساتھ با عزت رہا کر دیا گیا تھا، پیغمبر اسلام کی سیرت کا یہ ایک واقعہ ہی غیر مسلموں کے ساتھ ان کی رواداری اور حسن سلوک کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں رہنے والے غیر مسلم نہ صرف یہ کہ پوری آزادی اور مذہبی تحفظ کے ساتھ رہتے تھے بلکہ انفرادی طور پر خود پیغمبر اسلام ﷺ کے ان کے ساتھ عادلانہ اور خوشگوار روابط کی جو روایات ملتی ہیں ان کے بین السطور سے غیر مسلموں کے ساتھ آپ کے حسن سلوک، رواداری، خیر خواہی اور خوش اخلاقی کی خوشبو انسانیت نوازی کے پھول مہکاتی نظر آتی ہے چند شواہد درج ذیل ہیں:

غیر مسلموں کی مہمان نوازی:

نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے صرف وہ خوش نصیب افراد نہیں ہوتے تھے جن کے دلوں میں آپ کی عقیدت اور ایمان کی قندیلیں روشن تھیں، بلکہ وہ لوگ بھی حاضر ہوتے تھے جو آپ کو نبی نہیں مانتے تھے مگر نبی رحمت ﷺ ان غیر مسلم مہمانوں کی بھی بھرپور ضیافت فرماتے تھے، جب تک غیر مسلم مہمان آپ کی بارگاہ میں رہتے آپ ان کی پر تکلف دعوت فرماتے، ان کی شخصی کوتاہیوں سے چشم پوشی فرماتے اور مہمان ہونے کے ناطے آپ اس کی عزت نفس اور خواہشوں کی پوری رعایت فرماتے۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک غیر مسلم نبی رحمت ﷺ کا مہمان ہوا، آپ نے اس کی مہمان نوازی کے لیے ایک بکری منگائی اور اس کا دودھ دوہ کر اپنے غیر مسلم مہمان کو پیش کیا، اس نے سارا دودھ پی لیا، آپ نے دوسری بکری کا دودھ دوہ کر پیش کیا، وہ اسے بھی پی گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس طرح نبی رحمت صلی اللہ علیہ و سلم نے سات بکریوں کا دودھ اسے پیش کیا اور وہ ساتوں بکریوں کا دودھ پی گیا مگر نبی رحمت ﷺ خندہ پیشانی اور خوش روئی کے ساتھ اس کی خواہش کا خیال فرماتے رہے۔ (سنن ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ما جاء ان المومن یاکل فی معی واحد)

مذکورہ روایت کی روشنی میں غیر مسلموں کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کے حسن سلوک اور ان کے اعلیٰ اخلاقی برتاؤ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک:

نبی رحمت ﷺ نے جس معاشرہ کی بنیاد رکھی اس معاشرے میں انسانی اقدار کے احترام کو بہت اہمیت حاصل تھی، بلا تفریق مذہب و عقیدہ سب کے ساتھ حسن سلوک اور ہمدردی، احترام انسانیت ہی کا شاخسانہ ہے جو نبی رحمت ﷺ کا ایسا وصف ہے جس میں آپ کی شخصیت منفرد اور عہد آفریں نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی جو انقلابی سوچ عطا فرمائی وہاں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں رکھی جس کی نہ صرف تعلیم بلکہ عملی نظیر ہمیں پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرت پاک میں پوری وضاحت کے ساتھ مل جاتی ہے۔ چناں چہ نبی رحمت ﷺ کے پڑوسیوں میں جانثاروں کے ساتھ غیر مسلم پڑوسیوں کی بھی ایک لمبی فہرست تھی، ان غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ آپ کا اخلاقی اور معاشرتی سلوک بالکل صاف، انسانی اور آپسی رواداری پر مبنی تھا، جس کا احساس خود ان غیر مسلم پڑوسیوں

کو بھی بہت اچھی طرح سے تھا، یہی وجہ ہے کہ احادیث کے ذخیرے میں ہمیں ایسے واقعات مل جاتے ہیں جہاں غیر مسلم پڑوسیوں کے بچے نبی رحمت ﷺ کے خدمت گذار کے طور پر نظر آتے ہیں۔

ظاہر سی بات ہے کہ اگر ان غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ نبی رحمت ﷺ کا سلوک معاندانہ، مذہب وعقیدے میں اختلاف کے سبب امتیازی اور کرخت ہوتا تو یہ غیر مسلم خوشی خوشی اپنے لاڈلوں کو آپ کی خدمت میں کیوں جانے دیتے؟؟ در اصل آپ کے ارد گرد رہنے والے غیر مسلم پڑوسیوں کو بخوبی معلوم تھا، جس کا وہ عملی مشاہدہ بھی کرتے تھے، کہ پیغمبر اسلام ﷺ انسانی قدروں پر یقین رکھنے والے ہیں ان کے یہاں خیر خواہی کا معیار مذہب نہیں بلکہ انسانیت ہے اور جس مذہب کی وہ دعوت دیتے ہیں اس مذہب نے انسانیت اور حسن سلوک کا وہ نصاب دنیا کے روبرو پیش کیا ہے کہ جس کے بغیر انسان اور انسانیت کبھی نقطہ عروج پر نہیں پہنچ سکتی۔ چناں چہ حدیث پاک میں ایک ایسے یہودی بچے کا ذکر ملتا ہے جو آقا علیہ السلام کی خدمت میں رہا کرتا تھا، حضور نبی کریم ﷺ بھی اس بچے کا بھرپور خیال فرماتے، ایک دن یہ یہودی بچہ سخت بیمار ہو گیا جب نبی رحمت ﷺ کو اس بچے کے بیمار ہونے کی خبر ہوئی تو آپ بنفس نفیس اپنے صحابہ کے ساتھ اس یہودی کے گھر پہنچ گئے اور اس غیر مسلم یہودی بچے کی عیادت ومزاج پرسی فرمائی، حدیث پاک کے الفاظ درج ذیل ہیں:

ان غلاما ليهود كان يخدم النبي ﷺ فمرض فاتاه النبي ﷺ يعود. (بخاری شریف، کتاب الادب، باب الرق فی الامر کلہ)

اگر سرسری طور پر دیکھا جائے تو یہ محض ایک چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن اگر یہودیوں کی سازشوں، مکروفریب، دسیسہ کاریوں اور پیغمبر اسلام کے ساتھ ان کی فطری دشمنی اور ابدی عداوت کے تناظر میں دیکھا جائے تو نبی کریم ﷺ کی انسانیت نوازی اور غیر مسلموں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی یہ روایت غیروں کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کرتی ہے۔ اسلام کی شان وشوکت پر دھبہ لگانا، اس کی پرامن اشاعتی مہم میں روڑے ڈالنا، پیغمبر اسلام اور ان کے ماننے والوں کو دردناک اذیت پہنچانا، آخر سازش و نفرت کا وہ کون سا گوشہ ہے جہاں یہودی برادری نے اپنی موجودگی درج نہ کرائی ہو، اس کے باوجود نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ جس اعلیٰ ظرفی، نرم دلی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اس سے آپ کی شخصیت انسانیت کے منظر نامے پر بے مثال دکھائی دیتی ہے۔

اپنے حصہ کی کوئی شمع۔۔۔۔۔۔

آج جبکہ پوری دنیا پھر تعصب ونفرت کی طرف پلٹ رہی ہے، رنگ ونسل اور مذہب کے نام پر خوں ریزی کا بازار گرم کیا جا رہا ہے اور انسانی احترام کی بنیادیں پھر متزلزل ہونے کو ہیں، ایسے پر فتن اور عدم برداشت کے ماحول میں ضرورت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرامن تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور سیرت نبوی کے اس تابناک پہلو سے پوری دنیا کو روشناس کرایا جائے اور یہ کام علمی اور عملی دونوں سطح پر ہونا چاہیے، اس لیے کہ تجربات اس بات کے شاہد ہیں کہ عملی طور پر معاشرہ میں کوئی پیغام جس تیزی سے نشر ہوتا ہے محض علمی طور پر اتنی تیزی سے معاشرہ اسے قبول نہیں کرتا ہے۔

مگر آج خود مسلم معاشرہ اخلاقی جہت سے زبردست زبوں حالی کا شکار ہے جس کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو افسوس ناک نتائج نکل کر سامنے آئے ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں، بھائی چارہ، رواداری، حسن سلوک، خیر خواہی، ہمدردی، انسانیت نوازی، بے غباری یہ وہ الفاظ ہیں جو کبھی اسلامی معاشرہ کی پہچان ہوا کرتے تھے جن کا اعتراف اپنوں اور غیروں سبھی کو تھا، مگر اب یہ ساری باتیں قصہ پارینہ ہو کر رہ گئی ہیں اور اب مسلم معاشرہ میں نفرت، حقارت، خواہش پرستی، انتقام، خود غرضی، بے رحمی، بداخلاقی، عدم احترام جیسے عناصر اپنے پیر پھیلائے ہوئے ہیں، داخلی سطح پر جب ہمارا یہ حال ہے تو پھر اس بات کی کتنی امید کی جا سکتی ہے کہ ہم اپنی زندگی، معاملات اور طرز معاشرت سے اسلامی کردار اور پیغمبرانہ اخلاق کی نمائندگی کا فریضہ انجام دے کر عملی سطح پر غیروں کو متاثر اور ان تک اسلامی مزاج اور اس کی آفاقی تعلیمات کی خوشبو پہنچا پائیں گے؟

یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حالات کی ستم ظریفی، بڑھتی ہوئی نفرتوں، عدم برداشت اور پوری دنیا میں احترام انسانیت کی ڈوبتی قدروں کو لے کر شکایت تو سب کو ہے مگر اس ماحول میں تبدیلی کے لیے کوئی آگے آنے کے لیے تیار نہیں ہے اور نہ ہی کسی کے پاس اتنا وقت ہے کہ اس سلسلہ میں اپنا تعاون پیش کرے، ہر شخص اپنی دنیا میں مگن ہے بس جب اس پر بیتتی ہے تو محبت کی بات لبوں تک آجاتی ہے، ظاہر سی بات ایسے مزاج اور رویوں سے کسی فکری انقلاب کی امید کرنا دیوانے کے خواب سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اس کے بجائے اگر ہر شخص انفرادی طور پر محبتوں کا سفیر بن جائے اپنے اندر اسلامی مزاج کو جگہ دے تو چراغوں سے چراغ جلتے ہوئے انسانیت کا اجالا ہو ہی جائے گا اور غیر مسلموں تک اسلامی تعلیمات کی پاکیزہ خوشبو پہنچ ہی جائے گی، شاید احمد فراز کے یہ اشعار ہمیں یہی سوچ اور فکر دے رہے ہیں۔

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا
اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے
اس کی وہ جانے اسے پاسِ وفا تھا کہ نہ تھا
تم فرازؔ اپنی طرف سے تو نبھاتے جاتے

☆☆☆

مدنی تاجدار کی جلوہ گری

از: صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ

ہستی کا پہلا نقش، دائرۂ کائنات کا مرکز، مجموعۂ مخلوقات کا حرفِ اولین، گلزارِ خلائق کا سب سے نفیس پھول، آسمان وجود کا نیرِ اعظم، وہ تابان و درخشاں نور عالم افروز ہے، جس کے ظہور نے اپنے پرتوِ جمال کے فیضان سے کائنات کو مالا مال کر دیا، یہ کاتبِ قدرت کے قلمِ ایجاد کا سب سے پہلا نگار ہے، اسی نے اپنے حسن و جمال، زیبائی و یکتائی، خوبی و دل ربائی سے ہمہ تن سراپا زبان ہو کر اس کی صنعت و حکمت، علم و قدرت، بدیع نگاری، نادر طرازی، اوصافِ کمال، عزت و جلال کی برملا شہادت دی (علیہ از ہر صلوات واطیب تسلیمات) اس کی شان والا سے اس کی شان عالی ظاہر ہوئی، اُس کی ہستیِ مقدس سے اس کی ہستیِ پاک پہچانی گئی۔ آیت: {هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ }(الآیۃ)۔ آیت: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ } (الآیۃ) قرآن پاک ان آیات طیبات میں یہ تعلیم فرماتا ہے کہ اللہ عزوعلا تبارک و تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ سیدِ ابرار ﷺ کے محاسن و اوصاف کی معرفت ہے۔ عالم کی تمام ہستیاں اسی پاک ہستی کا صدقہ، جہاں کے سارے وجود اسی پاک وجود کا طفیل ہیں۔ بے شک ثانی اول پر موقوف اور اپنی ہستی میں اسی کے دامن کے ساتھ مربوط ہوتا ہے۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ اول اپنے وصفِ اولیت میں لاثانی ہے، اس کا ثانی نہیں۔ اس ہستیِ مقدس کا کوئی نظیر ہے نہ مثیل، نہ ہمتا نہ عدیل، لاثانی نے لاثانی بنایا ہے، بے نظیر نے بے مثال پیدا کیا ہے، اس روح مصور، جانِ مجسم پر بے شمار درود جس کے وجود نے وجودِ بے کیف کا پتہ دیا اور جس کے حسنِ ملیح نے محبوبِ حقیقی کے حسن کا خطبہ پڑھا، وہ حسن بے پردہ جو بے شمار حجاب رکھتا تھا اور باوصف غایر ظہور و اشراق کمالِ کفا و استتار میں تھا، ہر کہیں جلوہ افروز تھا اور کہیں نظر نہ آتا تھا۔

بے پردگی تو پردۂ تو
اے نورِ بظر حجاب تا کئے

بے حد و پایاں نشان رکھتا تھا، اس کا جلوۂ دل ربا مدنی محبوب کے رخسارِ انور میں نظر آیا، آئینہ کی جلانے یار کے رخ سے برقع اٹھایا جو آنکھ میں نہ آسکتا تھا وہ دل میں سمایا، جس کا پتہ نہ تھا وہ رہ نما ہوا، عشاق کی راہِ طلب میں حیرانی و پریشانی دور ہوئی، مراد طالب سے ہم آغوش ہے اور مطلب آرزو مند کی تلاش میں۔ بے نشانی نشان بنی اور در پردہ دید کا ذریعہ ہوا۔ چشم حرماں نصیب اور دیدۂ حیراں کو دید جمال میسر آئی، نظر بازی کے لطف اٹھانے اور جان و دل فدا کرنے کا موقع ملا۔

چھپ کے پردے میں آنکھ کے وہ حسیں
دل کے حجلے میں ہو گیا ہے مکیں
لاکھ پردے ہیں اور پردہ نہیں
جلوہ گر گشت یار پردہ نشیں
غمزہ زن ان گشت حسن در بازار

حسنِ ازل عربی شاہد کی طلعت میں نمودار ہوا، نور قدیم نے برزخی حجاب میں ظہور فرمایا، حق ہے کہ یہ ذات برحق آئینۂ حق نما ہے، اسی کو تعینِ اول کہتے ہیں، یہی مخلوقات کا مبدا اور نور الٰہی کا پہلا پرتو ہے، یہی نائبِ حق اور خلیفۂ مطلق ہے، یہی آفرینشِ عالم کا مقصود۔ ع:

مقصود ذات تست دگر جملگی طفیل

حدیث قدسی: "خلقت الخلق لا عرفهم كرامتك ومنزلتك على لولاك لما خلقت الدنيا"۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا تاکہ اے حبیب آپ کی کرامت و منزلت کی ان کو معرفت کراؤں، اگر آپ نہ ہوتے تو میں ہرگز دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

تمام دنیا کو اسی پاک ہستی کی عزت و منزلت ظاہر کرنے کے لیے وجود مرحمت ہوا سطوتِ الٰہیہ اور وجودِ حق اسی کے وجود مبارک سے پہچانا گیا، جمال کبریائی کی معرفت اسی کی بدولت ہوئی، کاتب ازل نے سب سے پہلا جو دلکش نقش رقم فرمایا، سب سے اول جس ذات اقدس کو ہستی عنایت کی وہ عربی تاجدار کا نور پاک تھا۔ "يا جابر ان الله خلق نور نبيك قبل الأشياء" اس نور پاک کو نبوت و رسالت کا جلیل منصب

مرحمت کیا، اس کی خلافت عظمیٰ اور نبوتِ کبریٰ کا سکہ جاری ہوا، فرماں روائی و حکمرانی کے اعلان کیے گئے، نیابت حق کے اورنگ و سریر پر متمکن فرماکر عزت و جلالت کا تاج زیب سر اقدس فرمایا، تخت نشینی و تاج پوشی کی دھوم مچی اور ابھی تک آدم علیہ السلام کی روح جسم سے متعلق بھی نہیں ہوئی، ابوالبشر کا پتلا بھی نہیں بنا: "کنت نبیا و ادم بین الروح والجسد، کنت نبیا و آدم المنجدل فی طینته".

بامائے شفیق ہر دوعالم
فرزند خلف ترین آدم
از عیسیٰ مریمی موخر
بر عالم و آدمی مقدم
اے نام تو بر زمیں محمد ﷺ
خوانندہ بر آسمانت احمد ﷺ

نیا مولود، کائنات میں کسی ہستی کا ظہور کسی نئے نقش کی نمود، کسی وجود کا نہاں خانہ عدم سے قدم نکالنا بڑی پر لطف بات ہے جس کے لیے خوشیاں منائی جاتی ہیں، انتظار کھینچے جاتے ہیں، آنکھیں شوق کے ساتھ دید کے لیے وا ہوتی ہیں، دلوں کو سرور کی لذت حاصل ہوتی ہے، عام ازینکہ یہ ہستی کس رتبہ اور منزلت کی ہو۔ حتیٰ کہ انسانی مصنوعات جو اپنے ہی جیسے افراد کی عقل و تدبیر کا نتیجہ ہیں ان پر کس قدر خوشیاں کی جاتی ہیں۔ ریل جب ایجاد ہوئی اس پر کس حیرت و استعجاب سے نگاہیں پڑیں اور اس کی تعریف سے ہر زبان نے استلزاز کیا، ہوائی جہازوں کی خبریں کسی شوق کے ساتھ سنی جاتی ہیں، ان کے تذکرے کس لطف کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں... تجربہ شاہد ہے کہ ہر نئی چیز سے طبیعت کو ایک بشاشت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ "کل جدید لذیذ" جب ادنیٰ درجہ کی موجودات اور اپنے وہم و خیال کی بنیادوں پر تعمیر کی ہوئی عمارت تک کا عالم ہستی میں نمودار ہونا ایک وقعت رکھتا ہے اور فرح و انبساط کا موجب ہوتا ہے، دنیا اسی سے ایک نئی زینت حاصل کرتی ہے تو کسی اعلیٰ مخلوق کا پیکرِ وجود میں ظاہر ہونا اور صانعِ عالم کی قدرت کے کرشمے اور بدیع نگاری کے مرقع کا رونما ہونا کتنی شان و شوکت، کیسی عظمت و جلالت، کس قدر فرح و طرب کے لوازم اپنے ساتھ رکھتا ہوگا اور دنیا میں اس کے ظہور سے کیسی تجلی اور روشنی، کیسی دھوم دھام ہوگی۔

روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ ہر غریب اور ادنیٰ شخص کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو روز استقرار حمل سے وضع کی ساعت تک ماں باپ، عزیز و اقارب اور ان کے دوست و احباب کیسا پر لطف انتظار کرتے ہیں، دعائیں مانگتے ہیں، امیدوں کے مزے لیتے رہتے ہیں، پیدائش کے وقت جب یہ نیا مولود دنیا میں قدم رکھتا ہے تو سب پھول کی طرح کھل جاتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں، دوست احباب کو مژدہ سناتے ہیں، وہ سن کر باغ باغ ہوجاتے ہیں، خط لکھے جاتے ہیں، تار دیے جاتے ہیں، شیرینیاں تقسیم ہوتی ہیں، عیش و نشاط کی محفلیں ترتیب دی جاتی ہیں، دعوتیں کی جاتی ہیں، داد و دہش کا بازار گرم ہوتا ہے۔ خوشی کے سارے لوازم پورے کیے جاتے ہیں، پھر اس خوشی کے دن کی یاد تازہ کرنے کے لیے سال بسال سالگرہ کی جاتی ہے، اور اس میں دل کے حوصلے دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تو معمولی معاشرت رکھنے والوں کا تذکرہ تھا، دنیا میں اقبال و اقتدار رکھنے والے تاج و دیہیم کے مالک، تخت و سریر کے والی نئے مہمان کا کس کروفر سے استقبال کرتے ہیں اور تولید فرزند کی خوشی میں کیا کیا اولوالعزمیاں دکھاتے ہیں؟ یہ بھی ادنیٰ وجود ہیں، وہ اعلیٰ ترین کائنات جن کی پاک ہستیوں سے خدا پاک کی ہستی پہچانی جائے، عالم میں انقلاب کردیں، دنیا کو سبعی و بہیمی خواص کے پنجے سے چھڑا کر ملکی صفات کے ساتھ متصف بنا دیں، نفسانی کدورتوں کی بجائے ربانی انوار سے قلوب کو معمور فرمادیں، انسانی نفوس کو شائستگی عنایت فرمائیں، دنیا کو دستگیر بن کر قعر ضلالت سے نکالیں، عدل و انصاف کے قوانین جاری کریں، ظلم و جہالت کی افواج کو شکست دیں، دور افتادوں کو منازلِ قرب تک پہنچائیں، چھوٹے ہوؤں کو رب سے ملائیں، ان کی ولادت مبارکہ عالم کے لیے رحمت، جہاں کے لیے نعمت، آفتاب کی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ ان کا فیض بر سر کرم ہے۔ اور کائنات کے تمام خوش نصیب اس سے بہرہ انداز اور فیضیاب، اسی پاک ہستیوں کا ظہور اور اس کی یادگاریں کس فرح و طرب، کس خرمی و شادمانی، کس شان و شوکت، کس دھوم دھام کی مستحق ہیں؟ آیت: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ} (الآیۃ)

جب ادنیٰ ادنیٰ ہستیوں کے ظہور کی خوشی کی جاتی ہے اور ان کی یادگاریں قائم ہوتی ہیں تو اعلیٰ ترین کائنات اور مقصود آفرینش جو ذات ہو اس کے رونق افروز ہونے کی کس قدر خوشی ہونا چاہیے؟ اور اس کی یادگاریں کس شان و شوکت کے ساتھ قائم کرنا لازمی ہیں۔ کارساز قدرت نے اس وجود اقدس کو نرالے انداز کے ساتھ۔ (باقی ص:17 پر)

جہیز اور ہمارا معاشرہ

محمد طارق نعمان گڑنگی، پاکستان

مذہب اسلام ایک آفاقی دین ہے جس نے رہتی دنیا تک کہ ہر شخص کے لیے زندگی کا ایک مکمل لائحہ عمل دیا ہے، اور دنیا میں بسنے والے جاندار کے حقوق متعیّن کیے ہیں، مرد و عورت کے حقوق کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے، اسلام وہ مذہب ہے جس نے عورت کو اس کے تمام تر حقوق کے ساتھ باعزت زندگی گذارنے کا حق دیا ہے، اسلام کے ابتدائی زمانہ جب کہ روم، یونان کو تہذیب و تمدن کا منبع تصور کیا جاتا تھا، سامانِ تجارت کے مانند عورتیں فروخت کی جاتی تھیں، مذہب اسلام نے ان تمام جاہلانہ رسوم و رواج کو ختم کر کے عورتوں کے لئے معاشرے میں ایک باعزت مقام عطا کیا، اور انہیں وراثت کا حقدار قرار دے کر قرآن شریف میں اس کی مکمل وضاحت کر دی، غیر مسلموں میں آج بھی عورتوں کو وراثت کا حقدار نہیں سمجھا جاتا ہے، اسی بات کے پیشِ نظر باپ اپنی بیٹی کی شادی میں اپنی استطاعت کے بقدر اس کی ضروریات زندگی کے سامان تیار کر کے جہیز کی شکل میں دے دیتا ہے، یہاں تک کہ یہ جہیز والی شکل ہر شادی کے لیے جزولاینفک کی صورت اختیار کر گئی، خربوزہ خربوزہ کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے بر صغیر میں ہندو مسلم کے باہمی اختلاط کی بنا پر جہیز کی وبا مسلمانوں میں بھی سرایت کر گئی، خدا کے متعیّن کردہ حقوق کو بھلا کر مسلمان جہیز کی لعنت میں گرفتار ہو گئے، جہیز کے نام پر مسلم دوشیزاؤں کا استحصال کیا جانے لگا، نیک سیرت صنف نازک کی ایک بڑی تعداد ہر دن جہیز کے نام پر بھینٹ چڑھتی ہے، متاع تعیش کے عشاقوں نے نہ جانے کتنی مسلم بہنوں کو آگ کی نذر کیا ہے، اخبار کی سرخیاں جہیز کی لعنت میں گرفتار ہوئی لڑکیوں کے خون سے ہر دن رنگی ہوئی ہوتی ہیں۔

دورِ حاضر میں جہیز مسلم معاشرہ کے لئے وہ ناسور بن چکا ہے جس کی گرفت سے خلاصی ممکن نظر نہیں آتی، بلکہ یوں کہا جائے کہ معاشرے کا ایک بڑا طبقہ اسے اپنے لئے باعث افتخار سمجھتا ہے، اور اس لعنت سے خود کو آزاد نہیں کرانا چاہتا، جس طرح عیدالاضحیٰ کے ایام میں بیل بچھڑوں کی قیمتیں لگائی جاتی ہیں، بعینہ یہی صورت شادی کے وقت لڑکے کی ہوتی ہے، کئی کئی جگہ دعوت اڑا کر اور بنت حوا کی تذلیل کر کے محض سامانِ آرائش و زیبائش کے مکمل نہ ہونے کی بنا پر یا کچھ کم ہونے کی بنا پر (Reject) کا لیبل چسپاں کر دیا جاتا ہے، فلاں لڑکا سول انجینئر ہے اس لیے اس کی قیمت دو لاکھ روپے اور ایک موٹر سائیکل ہے، فلاں صاحب ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں انکی قیمت دس لاکھ روپئے اور چار پہیے والی گاڑی ہے، فلاں صاحب گلف میں رہتے ہیں ان کی قیمت پانچ لاکھ روپئے اور چار پہیے گاڑی کے ساتھ تمام عیش و آرائش کا سامان ہے۔ اسلام نے نکاح کو جس قدر آسان بنایا تھا مادیت اور دولت کے معبود کا درجہ دینے والوں نے اسے اتنا ہی مشکل بنا دیا ہے

اقبال کے شاہین جو کبھی پہاڑوں، ریگستانوں اور جنگل و بیابان میں شب و روز بسر کر کے دین حنیف کی حفاظت کرتے تھے آج کاسہ گدائی لے کر بنت حوا کی مجبوریوں کا ناجائز فائدہ اٹھا کر دین مستقیم کے قلع کو مسمار کرنے کی زد پر ہے، جس مقدس رشتہ کے ذریعے ایک صالح معاشرہ کا قیام ممکن ہے اس کی ابتدا احکام اسلام کو یکسر پس پشت ڈال کر کی جاتی ہے۔

حد تو یہ ہے کہ اگر کوئی صاحب دل اس بری رسم کے خلاف کمر بستہ ہوتے ہیں اور اپنے اعزہ و اقارب کی شادی میں طریقہ نبوی اختیار کرتے ہیں تو مادیت کے پرستاروں اور دین اسلام کی دھجیاں اڑانے والے الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں، فلاں لڑکے میں یہ عیب تھا اس لیے کچھ نہیں لیا، فلاں صاحب بھی معیوب تھے اس لیے مطالبہ نہیں کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے زیادہ آسانی ہو۔ دین اسلام نے نکاح کو بہت ہی آسان بنایا ہے صحابہ کرام اور اولیا اللہ کی زندگی کے بے شمار واقعات موجود ہیں، کس طرح سادگی سے نکاح کیا کرتے تھے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہیتے صحابی اور مدینہ کے مالدار تاجر حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نکاح ہوا تو مدینے کی گلیوں میں قمقمے نہیں جلائے گئے، ڈھول باجوں کی آواز پر تھر کے نہیں بلکہ خود آقا مدنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بر وقت خبر بھی نہ دے سکے۔

جب مسلمان شریعت مطہرہ پر قائم تھے اور نکاح طریقہ نبوی پر ہو رہا تھا زنا کی لعنت ناپید تھی، روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں میں سب سے زیادہ پاکباز معاشرہ مسلم معاشرہ تھا، مگر افسوس کہ جب سے جہیز کی لعنت معاشرہ میں سمائی ہے اور نکاح دنیا کا سب سے مشکل ترین امر بن گیا ہے زنا کی وبا عام ہو گئی

ہے، غربت وافلاس کی زنجیروں میں قید ایک باپ جب بروقت اپنی جوان بیٹی کو نکاح کے مقدس رشتے میں باندھنے سے عاجز ہوجاتا ہے تو یہ ظالم معاشرہ طرح طرح کی الزام تراشیاں شروع کر دیتا ہے، کبھی لڑکی کو منحوس قرار دیا جاتا ہے تو کبھی اس پر شناسا کے ساتھ ملنے کا بہتان لگایا جاتا ہے نتیجتاً حوا کی پاکباز بیٹی کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور وہ گناہوں کے دلدل میں دھنستی چلی جاتی ہے، آج مسلم نوجوان کی بڑی تعداد جنسی بے راہ روی کی شکار ہوگئی ہے، طرح طرح کی برائیاں سماج میں جنم لے رہی ہیں بروقت نکاح کے مقدس رشتے سے نہ بندھنے کی وجہ سے بچوں اور بچیوں کا گھر سے فرار ہوکر شادی کرنا عروج پر ہے۔

وہ مسلم قوم جس کے شب وروز کا ایک ایک عمل جس کی زبان کا ایک ایک قول اور جس کی زندگی کا ایک ایک معمول سنت رسول ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا معاملات سے لے کر عبادات تک اور اخلاق وعادات سے لے کر معاشرت تک ہر ہر شعبہ میں جن کی زندگی رسول اکرم ﷺ کی اتباع کا نمونہ تھی اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، سوتے جاگتے اس طرح کے تمام طبعی امور میں بھی سنتوں کا نہ صرف خیال رکھتے تھے بلکہ پابندی کے ساتھ ان پر عمل پیرا تھے۔

آج جاہلانہ رسم ورواج کے گرویدہ بن چکے ہیں سسٹم اور کسٹم کے نام پر سنت نبوی کو یکسر فراموش کر چکے ہیں، جہیز جیسے ناسور کو اپنی زندگی کا اٹوٹ حصہ بنا چکے ہیں، پھر بھی عشق و محبت کا دم بھرتے ہیں، خود کو عاشق رسول ﷺ اور محسن انسانیت کی محبت میں گرویدہ سمجھتے ہیں، اتباع رسول ﷺ کے بغیر عشق نبی کا دم بھرنا عشق وعبدیت کی نزاکتوں کی توہین نہیں تو اور کیا ہے یاد رکھیے قومیں اور تہذیبیں اپنے تشخص اور امتیازی تعلیمات سے زندہ رہتی ہیں اور جب کوئی قوم اپنا تشخص پامال کر کے کھو بیٹھتی ہے تو اسے ماضی کا حصہ بننے میں دیر نہیں لگتی۔ یہ کون سا عشق رسول ہے کہ صنف نازک کو خودکشی پر مجبور کر کے سکون محسوس کیا جائے آج ہمارے پیارے ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں یہ جہیز کی لعنت عام ہے اور روز کسی نہ کسی بنت حوا کے جلنے، گولی سے مارنے اور زہر لے کر ہلاکت کی خبریں آتی ہیں کیا یہی عشق رسول ہے کہ وہ نبی جس نے بیٹی کو اتنی اہمیت دی اور اس کے امتی آج ان کی بیٹیوں کو زندہ در گور کر رہے ہیں۔ خدارا غریب کی آہ نہ لیں جہیز کی رسم کو ختم کریں یہ اسلامی شعار نہیں ہے یہ محض ہندوانہ رسم ہے کہیں ہم اس من تشبہ بقوم فھو منھم کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی گویا وہ اسی میں سے ہے میں نہ گردانے جائیں۔ ☆☆☆☆☆

(ص:15 کا بقیہ) عجب شان و شوکت سے ظاہر فرمایا۔ دنیا میں تبدیلیاں ہوئیں، فصلی اور موسمی تغیرات نے ایک عظیم انقلاب پیدا کرنے والی ہستی کے ورود کی خبر دی، قحط سالی رفع ہوئی، تمام جہاں مرفہ الحال ہو گیا، اس کو اس مولود مسعود کی دعوت عامہ اور ضیافت سرور کہیے، خواہ صدقہ اور خیرات سمجھیے، حاصل یہ کہ عالمگیر مصیبت کے بجائے رحمت عامہ کا نزول ہوا، خشک اور چٹیل میدان سرسبز وشاداب ہوئے، سوکھے درخت پھل لائے، دبلے جانور فربہ ہوگئے، بھوکے قحط زدہ سیر معلوم ہونے لگے، عالم کا نقشہ بدل گیا، دنیا کی کایا پلٹ گئی، نظام قدرت کے عظیم الشان تبدل نے ایک سر الٰہی کے ظہور کا پتہ دیا، بت خانوں میں ہلچل مچی، بت سربخاک ہوئے، جھوٹی خدائی کی جھوٹی شوکت خاک میں ملی، باطل معبودوں کی رسوائی و خواری نے ان کے بطلان کی شہادت دی، آتش خانوں کی صد ہا سالہ آگ سرد ہوئی، عزت و جبروت والے بادشاہوں کے قصر و ایوان زلزلہ میں آئے، فلک رفعت قلعوں کی کوہ سامان دیواریں شق ہوئیں، کنگرے سربسجود ہوئے، شیاطین کے تخت الٹ گئے، ربانی انوار خطۂ خاک کی طرف متوجہ ہوئے، عالم ملائکہ میں دھومیں مچیں، روحانیت کے ورود سے صحن زمین پر ہو گیا، آرزومندانِ جمال کی چشم تمنا وا ہوئی، نرگس منتظر کا فرش بچھا، رحمتِ الٰہی کا شامیانہ تنا، گلشن تمنا میں بادِ مراد چلی، بامِ کعبہ پر علمِ سبز نصب ہوا، کونین کے تاجدار کی آمد آمد کا غلغلہ مچا، جہان نور سے معمور ہوا، فرح و طرب نے عالم پر قبضہ کیا، شب غم نے بستر اٹھایا، صبحِ امید نے چہرہ دکھایا 20 اپریل 571ء یا 12 ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت صبح صادق نے طلوع فرمایا، مکہ مکرمہ کے مقام پر عبد المطلب کے گھر میں عبد اللہ کے فرزند، خلیل اللہ کے نور نظر، کونین کے سرور، دارین کے تاجور نے آمنہ کے پہلو سے ظہور فرمایا، تشنگان جمال کو شراب دیدار سے سیراب فرمایا، آفتاب حق و ہدایت طالع ہوا، نور الٰہی نے جلوہ فرمایا، تمام موجودات نے مرحبا کہا۔

ولد الحبیب و مثلہ لا لولد
ولد الحبیب و خدہ یتورد
ولد حبیب مطیبا و مکحلا
ذالنور من و جنانہ یتوقد
یا قوم علی النبی صلوا
توبوا و تفرعوا و زلوا

☆☆☆☆☆

حیاتِ جاودانی

عقائد و نظریات پر ایک فکر انگیز مدلل بحث

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری

موت کے بعد زندگی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ(الِ عمران:185)

ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔

یہ قطعی اور یقینی حقیقت ہے، اس میں کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ موت کے بعد انسان میں ثواب کی لذت اور عذاب کی تلخی کے ادراک کی صلاحیت ہوتی ہے یا نہیں بعض معتزلہ اور روافض کہتے ہیں کہ انسانی جسم ادراک سے محروم اور بے جان لاشہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوتا۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں: ”بعض معتزلہ اور روافض نے عذابِ قبر کا انکار کیا ہے؛ کیوں کہ میت زندگی اور ادراک سے عاری، محض بے جان جسم ہے، لہٰذا اسے عذاب دینا محال ہے۔“ (شرح عقائد، ص:77)

اہلِ سنت کے نزدیک اسے ایک قسم کی زندگی دی جاتی ہے، جس کے ذریعہ وہ ثواب و عقاب کا ادراک کرتا ہے۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: ”شیخ الاسلام کہتے ہیں کہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ سوال کے وقت روح بدن کی طرف لوٹتی ہے، ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ بے روح جسم سے سوال کیا جاتا ہے، لیکن جمہور نے اس کا انکار کیا ہے۔“ (کتاب الروح، ص:84)

علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں: ”میت کا قراءت وغیرہ آوازوں کو سننا حق ہے، امام احمد بن حنبل کے اصحاب اور دیگر علما نے کہا ہے کہ میت کے پاس جو گناہ کیے جاتے ہیں، ان سے اسے اذیت ہوتی ہے، یہی قول انھوں نے امام احمد سے نقل کیا ہے اور اس بارے میں متعدد آثار روایت کیے ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ میت کو تلاوت قرآن اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سننے سے راحت حاصل ہوتی ہے۔“ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص:379)

قاضی شوکانی کہتے ہیں: ”مطلق ادراک علم اور سماع تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔“ (نیل الاوطار، ج:3، ص:282)

انھوں نے ہر میت کے لیے علم اور سننے کے ثبوت کو تسلیم کیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ علامہ ابن قیم سماعِ موتیٰ پر احادیث سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ جب لوگ میت کو دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے، نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ اہلِ قبور کو خطاب کرتے ہوئے سلام کریں اور کہیں ”السلام علیکم دار قوم المؤمنین“ تم پر سلام ہو اے مومن قوم کے گھر والو! ظاہر ہے کہ یہ خطاب اس شخص سے ہے جو سننے والا اور سمجھ رکھنے والا ہو، ورنہ لازم آئے گا کسی بے جان اور معدوم سے خطاب کیا ہو۔“ (کتاب الروح، ص:4)

نوٹ: اس دلیل پر اعتراض کرتے ہوئے احسان الٰہی ظہیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلیل نہیں بنتی کیوں کہ بسا اوقات ایسی چیزوں سے خطاب کیا جاتا ہے جو سنتی نہیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے چاند کو دیکھ کر اس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ”میرا اور تیرا رب اللہ ہے“ ترمذی (البریلویہ، ص:87)

اب قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ ظہیر صاحب کی بات مانی جائے یا ان کے امام ابن قیم کی؟ (۱۲۔ قادری)

ان عبارات سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جاننا اور سننا تمام اموات کے لیے ثابت ہے اور یہ کہ صاحب قبر، تلاوت اور سلام کہنے والے کی آواز سنتا ہے، ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ہر میت کی زندگی دنیا جیسی ہے کہ اسے کھانے اور پینے کی ضرورت ہو؛ کیوں کہ جسم کے ساتھ روح کے تعلقات کئی قسم کے ہیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں: ”روح کے جسم کے ساتھ پانچ قسم کے تعلقات ہیں اور ان کے احکام الگ الگ ہیں (تین تعلقات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں) جسم کے ساتھ روح کا چوتھا تعلق، برزخ میں ہے؛ کیوں کہ روح اگرچہ جسم سے الگ ہو چکی ہے لیکن وہ بالکل جدا

نہیں ہوئی، کہ جسم کی طرف اس کی توجہ نہ رہے، ہم نے جواب کی ابتدا میں وہ احادیث اور آثار ذکر کیے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ جب سلام کہنے والا سلام کہتا ہے تو روح جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے، یہ خاص قسم کا لوٹانا ہے جس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جسم قیامت سے پہلے (مکمل طور پر) زندہ ہو جائے گا۔ (کتاب الروح، ص:71۔72)

ان کی کتاب کا پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اصحاب قبور، زندوں کی زیارت اور ان کے سلام کو جانتے ہیں یا نہیں؟ پھر جواب میں متعدّد ایسی حدیثیں پیش کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب قبور زیارت کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں، انھوں نے یہاں تک تصریح کی ہے:

سلف صالحین کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ ایسے اقوال مروی ہیں کہ میت کو زیارت کرنے والے کا علم بھی ہوتا ہے اور وہ زائر خوش بھی ہوتا ہے۔ (کتاب الروح، ص:4)

اولیاے کاملین کے دیکھنے اور سننے کی قوت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جس نے میرے ولی سے دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے لیے اعلان جنگ ہے۔ میرے بندے نے فرائض سے زیادہ محبوب کسی بھی چیز کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دوں گا، اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے ضرور پناہ دوں گا۔"

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: التواضع، ج:2، ص:963)

امام رازی آیت کریمہ {أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۝} کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اسی طرح انسان جب نیکیوں کا پابند ہو جاتا ہے تو اس مقام کو پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اس کے کان اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں۔ بات صاف ہے جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا کان ہوتا ہے تو وہ دور اور نزدیک سے سنتا ہے، اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہوتا ہے تو وہ مشکل اور آسان، قریب اور بعید میں تصرف پر قادر ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر، ج:21 ص:891)

فاضل محقق ملا علی قاری، حدیث شریف "إن الله حرم علی الأرض أن تأكل أجساد الانبياء" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اسی لیے کہا گیا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں، بلکہ دنیا سے برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں۔" (مرقاۃ المفاتیح، ج:3، ص:241)

نیز حدیث شریف "وصلوا علی فان صلاتكم تبلغنی" کی شرح میں قاضی عیاض کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"ایسا ہے کہ جب پاکیزہ اور مقدس نفوس جسمانی تعلقات سے جدا ہوتے ہیں تو انہیں عروج حاصل ہوتا ہے، اور وہ عالم بالا سے جا ملتے ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، تو وہ ہر چیز کو ایسے دیکھتے ہیں جیسے کہ وہ ان کے سامنے ہوں، یا فرشتے انھیں خبر دیتے ہیں، اور اس میں ایک راز ہے، جسے حاصل ہوتا ہے وہی اسے جانتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج:2 ص242)

ایسی ہی تصریح محدثِ جلیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "تفہیمات الٰہیہ" کی دوسری جلد میں کی ہے، فرماتے ہیں:

"شیخ عبد القادر جیلانی کو تمام جہان میں سرایت کرنے کی قدرت حاصل ہے؛ کیوں کہ ان کا وصال ہو گیا تو ملاء اعلیٰ کی صفت کے ساتھ موصوف ہو گئے اور تمام جہان میں سرایت والا وجود ان میں منقش ہو گیا، اس بنا پر ان کے طریقے میں روح پیدا ہو گئی۔" (حاشیہ لمعات، ص:62)

اہلِ حدیث کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کہتے ہیں:

"اولیا کو دنیا میں معزول کیے جانے اور خاتمے کا خوف دامن گیر رہتا ہے، لیکن جب وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں تو صاحب ایمان بھی ہوتے ہیں اور صاحب ولایت بھی۔"

(بغیۃ الرائد فی شرح العقائد، ص:87 – 88)

ان علما کے اقوال سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے کرام کو جو قوتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ دنیا کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں بلکہ وصال کے بعد بھی حاصل رہتی ہیں؛ کیوں کہ جب ان کی ولایت باقی ہے تو اس کے آثار بھی باقی ہوں گے۔

حیات شہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

حیاتِ شہدا قرآن پاک کی نص سے ثابت ہے، ارشاد ربانی ہے:

{وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۝

بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ } (ال عمران:169)

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انھیں ہرگز مردہ گمان نہ کرتا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں۔

قاضی شوکانی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”جمہور کے نزدیک اس کا معنٰی یہ ہے کہ شہدا حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں، پھر ان میں اختلاف ہے، بعض علما کہتے ہیں کہ قبروں میں ان کی روحیں ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہیں تو وہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ انھیں جنت کے پھل دیے جاتے ہیں، یعنی انھیں ان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے، حالاں کہ وہ جنت میں نہیں ہوتے، جمہور علما نے کہا ہے کہ یہ زندگی مجازی ہے، مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں جنت کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے مستحق ہیں، پہلا قول صحیح ہے، اور مجاز کی طرف رجوع کرنے کا کوئی باعث نہیں ہے۔ (تفسیر فتح القدیر، ج:1، ص:399)

اللہ تعالیٰ کے فرمان { عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ } کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”اس جگہ رزق سے مراد وہی رزق ہے جو عادتاً معروف ہے، یہی جمہور کا مذہب ہے، جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا، جمہور کے علاوہ بعض علما کہتے ہیں: اس سے مراد اچھی تعریف ہے، حالاں کہ کتاب اللہ میں واقع عربی کلمات میں تحریف اور بغیر کسی سبب مقتضی کے، بعید مجازات پر محمول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ایضًا)

حیات انبیاء علیہم السلام:

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد { بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ } (الآیۃ) کا مطلب یہ ہے کہ شہدائے کرام حقیقتاً زندہ ہیں اور انھیں معروف رزق دیا جاتا ہے، ماننا پڑے گا کہ انبیائے کرام بھی حقیقتاً زندہ ہیں اور انھیں معروف رزق دیا جاتا ہے؛ کیوں کہ شہید اس بلند مقام اور دائمی زندگی تک ان کی پیروی کے سبب ہی پہنچتا ہے، لہٰذا انبیائے کرام اس زندگی کے زیادہ حق دار ہیں، بلکہ ان کی زندگی تو شہدا سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

”علما کی ایک جماعت کا موقف ہے کہ یہ زندگی شہدا کے ساتھ خاص ہے، میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی ان کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ انبیائے کرام کی زندگی ان سے زیادہ قوی ہے اور خارج میں اس کے آثار زیادہ ظاہر ہیں، یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہیں ہے، جب کہ شہید کی بیوہ سے (اس کی عدت کے بعد) نکاح کیا جا سکتا ہے۔ صدیقین بھی شہدا سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں اور صالحین یعنی اولیائے کرام ان کے ساتھ ملحق ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ترتیب دلالت کرتی ہے { مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ } اسی لیے صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہماری روحیں، ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم، ہماری روحیں ہیں۔ بہت سے اولیائے کرام سے بتواتر منقول ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو خائب و خاسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اسے ہدایت دیتے ہیں۔“

(تفسیر مظہری، ج:1، ص:15)

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اس عبارت میں وصال کے بعد انبیائے کرام، صدیقین اور اولیا کی حیات بھی ثابت کی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ ان حضرات کی نصرت و اعانت اللہ تعالیٰ کے اذن سے جاری ہے۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں: ”شہدا کے بارے میں قرآن پاک کی نص وارد ہے کہ وہ زندہ ہیں، رزق دیے جاتے ہیں، اور ان کی زندگی جسمانی ہے، انبیا و مرسلین کا کیا مقام ہوگا؟ حدیث میں ثابت ہے کہ انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں، یہ حدیث امام منذری نے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔“ (نیل الاوطار، ج:3، ص:282)

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو معنوی شہادت سے نوازا ہے؟ کیوں کہ آپ کا وصال اس زہر کے اثر سے ہوا جو خیبر کی یہودی عورت نے آپ کو کھلایا تھا۔

امام بخاری اور امام بیہقی، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مرضِ وصال میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کھانا خیبر میں کھایا تھا اس کی تکلیف ہمیشہ محسوس کرتا رہا ہوں اور اس وقت اس زہر کے اثر سے میری انتڑیاں کٹ گئی ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج:2، ص:149)

علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کا قبر انور میں زندہ ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے، یا تو لفظ کے عموم سے یا مفہوم موافقت سے۔ (ایضًا)

یعنی اگر شہادت معنویہ کا اعتبار کیا جائے تو آپ کی حیات اقدس عموم قرآن سے ثابت ہوگی؛ کیوں کہ آپ بھی شہید ہیں اور شہید زندہ

ہوتے ہیں، اور اگر شہادت معنوی کا اعتبار نہ کیا جائے تو مفہوم موافقت سے حیات ثابت ہوگی؛ کہ جب شہید زندہ ہوتے ہیں تو نبی اکرم ﷺ بطریق اولیٰ زندہ ہوں گے۔

امام علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی، علامہ ابن عقیل حنبلی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے قسم کھاکر کہا کہ نبی اکرم ﷺ قبر انور میں ازواج مطہرات کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں اور اس پر علامہ زرقانی نے فرمایا کہ یہ ظاہر ہے اور اس سے کوئی مانع نہیں ہے۔

(شرح مواہب لدنیہ، ج:6، ص:196)

یاد رہے کہ ابن عقیل حنبلی ان ائمہ میں سے ہیں جن کے اقوال علامہ ابن تیمیہ بطور حوالہ نقل کرتے ہیں:

حیرت ہے کہ بعض لوگ اس قول پر اعتراض کرتے ہیں، حالاں کہ حدیث شریف میں ہے کہ قبر، جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ قرآن پاک میں ہے {وَلَهُمْ فِيهَآ أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ} (البقرۃ:25) اور ان کے لیے ان باغوں میں ستھری بیویاں ہیں، نبی اکرم ﷺ کے روضۂ مقدس سے بڑھ کر کس کی قبر جنت کا باغ ہوگی؟

احادیث مبارکہ:

قاضی شوکانی کہتے ہیں: حدیث صحیح میں ہے۔"الأنبياء احياء في قبورهم" انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور اس مسئلے پر ایک رسالہ "حیات الانبیاء" تصنیف کیا ہے۔ (نیل الاوطار، ج:5، ص:108)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو؛ کہ یہ دن ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اور مجھ پر جو بھی درود بھیجے گا اس کا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیا کے جسموں کو کھائے۔"فنبي الله حي يرزق" اللہ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ص:118)

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے کتاب الجنائز کے آخری باب میں روایت کیا ہے ان قیم امام طبرانی کے حوالے سے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی حدیث نقل کرنے کے بعد روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ليس من عبد يصلي على الا بلغني صوته حيث كان." (جلاء الافہام، ص:63/والجوہر المنظم، ص:21)

جو بھی بندہ مجھ پر درود بھیجے گا اس کی آواز مجھے پہنچے گی چاہے وہ کہیں بھی ہو۔

قاضی شوکانی کہتے ہیں: "احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن نبی اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہیے، پر درود شریف آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قبر میں زندہ۔" (نیل الاوطار، ج:3، ص:282)

مزید کہتے ہیں: "محققین کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وصال کے بعد زندہ ہیں، اور اپنی امت کی نیکیوں سے مسرور ہوتے ہیں اور یہ کہ انبیائے کرام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی، جب کہ مطلق ادارک مثلاً علم اور سننا تمام مُردوں کے لیے ثابت ہے۔ (ایضًا)

حضرت ملا علی قاری حدیث شریف "فنبي الله حي يرزق" کی شرح میں فرماتے ہیں: "نبی اللہ سے جنس انبیا بھی مراد ہو سکتی ہے (جو تمام انبیا کو شامل ہے) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صرف کامل ترین فرد (نبی اکرم ﷺ) مراد ہوں، پہلا احتمال متعیّن ہے؛ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، صحیح حدیث میں آیا ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ امام بیہقی نے فرمایا کہ انبیائے کرام کا مختلف اوقات میں متعدّد جگہوں میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے جیسا کہ نبی صادق ﷺ کی حدیث وارد ہے۔" (مرقاۃ المفاتیح، ج:3، ص:241)

یہ حدیث معراج کی طرف اشارہ ہے، جس میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا، پھر انہیں بیت المقدس اور اس کے بعد آسمانوں میں دیکھا۔

شواہد:

حدیث تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں اس حقیقت کے بکثرت شواہد ملتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ زندہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"(تدفین کے وقت) نبی اکرم ﷺ کی قبر انور سے سب سے آخر میں نکلنے والے صحابی نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو قبر میں دیکھا کہ آپ ہونٹ ہلا رہے تھے، میں نے سننے کے لیے کان قریب کیا تو آپ

فرمارہے تھے "رب امتي، رب امتي" یا اللہ میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے۔" (مدارج النبوۃ، ج:2، ص:442)

امام ابونعیم اصبہانی حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں:

"واقعۂ حرہ (جب یزید کی فوجوں نے مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی) کے موقع پر مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہیں تھا، جب بھی نماز کا وقت آتا تو میں قبر انور سے اذان کی آواز سنتا تھا، پھر میں تکبیر کہہ کر نماز پڑھتا تھا، اہل شام گروہ در گروہ مسجد میں داخل ہوتے اور کہتے اس بوڑھے مجنوں کو دیکھو۔" (دلائل النبوۃ، ص:206)

امام دارمی حضرت سعید بن عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں:

"حرہ کے زمانے میں تین دن تک مسجد نبوی میں اذان اور تکبیر نہیں کہی گئی تھی، حضرت سعید بن مسیب تینوں دن مسجد ہی میں تھے، انھیں نبی اکرم ﷺ کے روضۂ انور سے اذان کی آواز سن کر ہی نماز کے وقت کا پتہ چلتا تھا۔" (سنن الدارمی، ج:1، ص:43)

ابن تیمیہ کہتے ہیں: "ایک جماعت نے نبی اکرم ﷺ یا دیگر اولیا کی قبروں سے سلام کا جواب سنا، اور سعید بن مسیب حرہ کی راتوں میں قبر سے اذان سنا کرتے تھے۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے واقعات یہ سب حق ہیں۔" (اقتضاء الصراط المستقیم ص:371)

امام علامہ نسفی فرماتے ہیں: "ایک بدوی نبی اکرم ﷺ کی تدفین کے بعد حاضر ہوا، اور اس نے اپنے آپ کو آپ کی قبر انور پر گرادیا اور روضۂ اقدس کی خاک پاک اپنے سر پر ڈالی اور کہا: یا رسول اللہ ! ﷺ ! آپ نے فرمایا اور ہم نے سنا، اور آپ پر جو نازل ہوا اس میں یہ بھی تھا: {وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ} (الآیۃ) اور میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں؛ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے میری مغفرت کی دعا فرمائیں، اسے قبر انور سے ندا دی گئی کہ تمھیں بخش دیا گیا۔" (تفسیر نسفی، ج:1، ص:234)

یہی روایت امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں معمولی اختلاف کے ساتھ بیان کی۔ (الجامع الاحکام القرآن، ج:5، ص:265)

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک کرامت یہ ہے کہ جب آپ کا جنازہ روضۂ نبوی کے دروازے پر لایا گیا اور عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو! یہ ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں، اچانک دروازہ کھل گیا، اور اندر سے آواز آئی "ادخلوا الحبیب الی الحبیب" حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔ (التفسیر الکبیر، ج:21، ص:86)

ائمۂ اسلام کے ارشادات:

نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے بارے میں ائمۂ اسلام کے ارشادات اتنے زیادہ ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، ذیل میں چند اقوال پیش کیے جاتے ہیں۔

امام علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں: "ہمارے علما فرماتے ہیں کہ روضۂ رسول کی زیارت کرنے والا یہ خیال کرے کہ نبی اکرم ﷺ باحیات ہیں، اور میں آپ کے سامنے حاضر ہوں؛ کیوں کہ آپ کی حیات طیبہ اور وصال فرمانے میں فرق نہیں ہے۔ یعنی امت کے مشاہدہ کرنے، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کے پہچاننے میں، یہ سب آپ کے نزدیک ظاہر ہے، اس میں کوئی خفا نہیں ہے۔" (المدل، ج:1، ص:252)

شارح بخاری علامہ قسطلانی نے بھی بعینہٖ یہی تصریح فرمائی ہے۔ (مواہب لدنیہ، ج:8، ص:348)

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: "ان عبارات اور احادیث کے مجموعے سے ثابت ہوگیا کہ نبی اکرم ﷺ جسمانی اور روحانی طور پر زندہ ہیں، آپ تصرف فرماتے ہیں، اطرافِ زمین اور عالمِ بالا میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، آپ اسی حالت میں ہیں جو آپ کے وصال سے پہلے تھی، آپ کی کسی چیز میں تبدیلی نہیں آئی، اور آپ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں، جیسے فرشتے جسمانی طور پر زندہ ہونے کے باجو نظروں سے پوشیدہ کیے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کسی زیارت سے مشرف فرمانا چاہتا ہے تو اس کے لیے پردے اٹھا دیتا ہے، تو وہ آپ کی ہو بہو اسی حالت میں زیارت کرتا ہے جو آپ کو حاصل ہے، اس سے کوئی امر مانع نہیں ہے اور یہ کہنے کا بھی کوئی سبب نہیں ہے کہ مثال کی زیارت ہوتی ہے۔"

(الحاوی للفتاویٰ، ج:2، ص:265)

حضرت علامہ ملا علی قاری، حدیث شریف "مامن مسلم یسلم علی" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ (اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کے مشاہدے میں) محو ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح شریف کو متوجہ فرماتا ہے، تاکہ آپ سلام عرض کرنے والے کے دل ناتواں کی پاس داری کے لیے سلام کا جواب عنایت فرمائیں، ورنہ معتمد عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں، جیسے کہ دیگر انبیاے کرام اپنی قبروں میں اپنے رب کی بارگاہ میں زندہ ہیں، اور ان کی

ارواح مقدسہ کا دنیا اور عالم بالا سے تعلق ہے، جیسے کہ دنیاوی زندگی میں تھا، وہ قلب کے اعتبار سے عرشی ہیں اور جسمانی طور پر زمین پر تشریف فرما ہیں۔“(شرح شفا، ج:3، ص:499)

علامہ سید محمود الوسی فرماتے ہیں:

”مکمل حدیث امام طبرانی نے روایت کی ہے کہ جو نبی بھی رحلت فرماتے ہیں، وہ چالیس صبح اپنی قبر میں ٹھہرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، اور میں شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنی قبر میں مقیم نہیں رہتے، بلکہ وہاں سے چلے جاتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیا دوسرے مردوں کی طرح چالیس صبح سے زیادہ بحالت میت نہیں رہتے، بلکہ ان کی روح ان کی طرف لوٹا دی جاتی ہے، اور وہ زندہ ہوتے ہیں، اس مطلب کا، چالیس دن کے بعد قبر سے نکلنے کے دعوے کے ساتھ کیا تعلق؟ قبر میں زندہ ہونے کو باہر نکلنا لازم نہیں ہے۔ میں انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات کا قائل ہوں۔“(روح المعانی، ج:22، ص:36)

اس مدت کے سلسلے میں مختلف روایات ہیں۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں: ”امام الحرمین نے نہایہ میں پھر امام رافعی نے اس کی شرح میں فرمایا: مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنے رب کی بارگاہ میں اس سے زیادہ عزت والا ہوں کہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑ دے، امام الحرمین نے اتنا اضافہ فرمایا ہے: ”ایک روایت میں ہے کہ دو دن سے زیادہ“ ابو الحسن بن زغونی حنبلی نے اپنی بعض کتابوں میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نبی کو ان کی قبر میں آدھ دن سے زیادہ نہیں چھوڑتا۔“ (الحاوی للفتاوی، ج:2، ص:264)

محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”انبیائے کرام کی زندگی اتفاقی مسئلہ ہے، کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے، اور یہ جسمانی، دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے، شہدا کی طرح معنوی اور روحانی نہیں ہے۔“ (اشعۃ اللمعات، ج:1، ص:574)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: میں نے محسوس کیا کہ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ اپنی روح کو اپنے جسم کی صورت میں قائم کر سکتے ہیں، اسی طرف نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے: انبیائے کرام کو (حقیقی) موت نہیں آتی، وہ اپنی قبروں میں ہوتے ہوئے نماز پڑھتے ہیں، حج کرتے ہیں اور وہ زندہ ہیں۔ وغیر ذالک (فیض الحرمین، ص:84)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

فقیر غفر لہ المولی القدیر- نے اس رسالہ (حیات الموات) میں یہ التزام بھی رکھا ہے کہ جو آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث، خاص حضور پر نور سید عالم ﷺ حی، باقی، روح مجسم ﷺ کی حیات عالی و علم عظیم و سمع جلیل و بصر کریم میں وارد ہیں، انھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے: اولاً: مسلمانوں پر نیک گمان: کہ خاص حضور اقدس ﷺ کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا۔ ثانیاً: واللہ! فقیر کو حیا آئی کہ حضور پر نور ﷺ کا نام ایسی بحث ”لا“ و ”نعم“ میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتدا ہو تو اظہار حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً: وہاں دلائل کی وہ کثرت کہ نطاق نطق، بیان سے عاجز، پھر انھی اقوال پر قناعت بس، کہ جس سرکار کے غلام ایسے۔ العظمۃ للہ اس کا پوچھنا ہی کیا ہے؟ آخر انھیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کیے؟ اسی سرکار ابد قرار نے ﷺ۔“(فتاویٰ رضویہ، ج: 4، ص: 305)

مکہ معظمہ کے جلیل القدر عالم، عظیم محدث، علامہ سید محمد علوی مالکی فرماتے ہیں:

برزخی زندگی حقیقی زندگی ہے، اس پر واضح آیات اور احادیث صحیحہ مشہورہ، دلالت کرتی ہیں۔

یہ حقیقی زندگی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انھیں موت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے جیسے کہ قرآن پاک میں ہے: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اے حبیب! ہم نے اس سے پہلے کسی انسان کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ } بے شک آپ پر موت آنے والی ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ (منافات اس لیے نہیں کہ ہر ذی روح پر ایک دفعہ موت آتی ہے۔ اس کے بعد اسے زندگی دی جاتی ہے۔ ۱۲۔ شرف قادری)

ہم نے جو کہا ہے کہ برزخی زندگی حقیقی زندگی ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی خیالی یا مثالی نہیں ہے، جیسا کہ بعض ملحدین گمان کرتے ہیں، جن کی عقلوں میں صرف چشم دید چیزوں پر ایمان لانے کی گنجائش ہے، انسانی تصور سے ماورا امور غیب پر ایمان لانے کے لیے وہ تیار نہیں ہوتے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کیفیت کو ماننے کے لیے آمادہ ہوتے ہیں۔

ہم جو کہتے ہیں کہ، برزخی زندگی حقیقی ہے، اس کے مطلب میں

معمولی سوجھ بوجھ والا آدمی چند لمحے غور کرے تو اسے ذرہ برابر اشکال نہیں رہے گا، حقیقی زندگی کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ زندگی باطل اور وہمی نہیں ہے، جیسا کہ بعض اوقات عالم برزخ اور عالم آخرت اور دوسرے جانوں کے احوال، مثلاً حشر و نشر اور حساب و کتاب کے احوال کے بارے میں شکوک و شبہات میں مبتلا ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ احادیث و آثار کثیرہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مردہ خواہ وہ مومن ہو یا کافر سنتا ہے محسوس کرتا ہے اور پہچانتا ہے۔

(مفاهيم يجب ان تصحح، ص:159)

آپ نے تصریح فرمائی ہے: انبیاے کرام کی زندگی بہت بلند و بالا ہے ہمیں اس کے ثابت کرنے کی حاجت نہیں ہے۔ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ برزخی زندگی حقیقی زندگی ہے، اور نصوص ثابتہ سے معلوم ہوتا ہے کہ میت مومن ہو یا کافر، سنتا، محسوس کرتا ہے اور جانتا ہے، اور یہ کہ زندگی، رزق اور روحوں کا جنت میں داخل ہونا، شہید کے ساتھ خاص نہیں ہے، یہی وہ صحیح مذہب ہے جس کے ائمۂ دین اور جمہور اہل سنت قائل ہیں، اس لیے انبیاے کرام علیہم السلام کی زندگی کا بیان کرنا ضروری نہیں ہے، یہ آفتاب سے زیادہ روشن حقیقت ہے اور محتاجِ اثبات نہیں ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ بیان کیا جائے کہ ان کی زندگی بلند و بالا اور کامل و مکمل ہے، جیسے کہ روے زمین پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کے مراتب، مقامات اور درجات مختلف ہیں۔ (ایضاً، ص:165)

حیات انبیا علیہم السلام پر دلالت کرنے والی متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:

احادیث مذکورہ اور دیگر احادیث سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کر سکتے، اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں، جیسے کہ فرشتے زندہ اور موجود ہیں لیکن ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے۔ (ایضاً، ص: 171)

علماے دیوبند:

المہند، ایک مختصر رسالہ ہے جس پر مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی محمود حسن وغیرہ چوبیس اکابر علماے دیوبند کے تائیدی دستخط ہیں، اس میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک رسول ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں، اور آپ کی زندگی دنیاوی ہے لیکن آپ مکلف نہیں ہیں، اور یہ زندگی نبی اکرم ﷺ، تمام انبیا، صلوات اللہ علیہم اور شہدا کے ساتھ مختص ہے اور برزخی نہیں ہے، جو کہ تمام مومنوں بلکہ تمام انسانوں کو حاصل ہے۔ (المہند ص: 13)

مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دار العلوم دیوبند، اپنی منفرد تحقیق پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حیات نبوی بوجہ ذاتیت، قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت، قابل زوال ہے، اس لیے وقت موت حیات نبوی صلعم (نوٹ: نبی اکرم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ پورا درود شریف لکھنا پڑھنا چاہیے، اختصار کے طور پر ص یا صلعم لکھنا جائز نہیں ہے۔ ۱۲۔ اشرف قادری) زائل ہو جاوے گی، سو، در صورت تقابل عدم و ملکہ اس استتار حیات میں رسول اللہ صلعم کو تو مثل آفتاب سمجھیے کہ وقت کسوف قمر، بے اوٹ میں حسب مزعوم حکما اس کا نور مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا۔" (آب حیات، ص:208, 209)

حرف آخر:

بعض معاندین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انبیاے کرام علیہم السلام پر موت طاری ہی نہیں ہوتی، یہ محض افترا ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں، غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"جو شخص انبیا علیہم السلام کے حق میں موت اور قبض روح کا مطلقاً انکار کرے وہ نصوص قرآنیہ اور احادیث متواترہ کا منکر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

انبیا کو بھی اجل آنی ہے
لیکن ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے
روح تو سب کی ہے زندہ ان کا
جسم پرنور بھی روحانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح
اس کا ترکہ بٹے جوفانی ہے
یہ ہیں حی ابدی ان کو رضاؔ
صدق وعدہ کی قضا مانی ہے

(حدائق بخشش حصہ:2، ص:52)

بزم تصوف

غوثِ اعظم کی زندگی کے چند تابندہ نقوش

از: مبارک حسین مصباحی

لختِ جگر مصطفیٰ سیدنا غوثِ اعظم شیخ ابو محمد محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شخصیت غوثیتِ کبریٰ پر فائز ہے۔ بشب یکم رمضان المبارک 470ھ/17مارچ 1078ء کو شمالی فارس میں بحیرۂ خزر[کیسپین] کے جنوبی ساحل پر گیلان نامی زرخیز صوبہ کی ایک بستی نیف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، یاقوت حموی نے اس بستی کا نام بُشتیر بیان کیا ہے، بُستانی نے اپنے دائرۃ المعارف میں یوں تطبیق دی ہے کہ ایک بستی میں ولادت اور دوسری میں پرورش ہوئی ہوگی۔[شاہ جیلان- عبدالنبی کوکب، رضا اکیڈمی، لاہور ص19]

حضرت شیخ کے والد ماجد حضور ابوصالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ کا سلسلۂ نسب سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک [حاشیہ قلائد الجواہر- ص2] اور والدہ ماجدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبد اللہ صومعی کا سلسلۂ نسب سید نا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔[ایضا ص 133] نسبی رشتہ اگرچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت معمولی نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں دونوں باتیں جمع ہوگئیں۔

تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر! مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

آپ کے والدین کریمین، پھوپھی سیدہ عائشہ اور نانا سید عبد اللہ صومعی اپنے دور کے اصحاب کرامت اولیا میں سے تھے، والد ماجد آپ کے بچپن ہی میں وصال فرما گئے تھے اس لیے آپ کی پرورش جد محترم [نانا جان] نے فرمائی۔ علامہ شطنوفی فرماتے ہیں: .

و به كان يعرف حيث كان بجيلان [بہجۃ الاسرار 88]

آپ جیلان میں تھے تو انہیں کی نسبت سے معروف تھے۔

علام شطنوفی آپ کے نانا کا نام ابوعبداللہ صومعی، بیان کرتے ہیں۔

اولیاے کاملین کی پیشین گوئیاں:

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت سے چھ برس قبل کی پیشین گوئی غبط الناظر میں ہے کہ حضرت شیخ ابو احمد عبد اللہ بن علی بن موسیٰ نے 464ھ میں فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ عن قریب عجم میں ایک لڑکا بڑا اصاحبِ کرامات اور ذی شرف پیدا ہوگا اور جو اس کو دیکھے گا فائدہ پائے گا۔ وہ فرمائے گا: قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللهِ. (میرا یہ قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے) اور اسی کتاب میں ہے کہ حضرت شیخ عقیل سنجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس زمانے کا قطب کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ اس زمانے کا قطب مدینہ طیبہ میں پوشیدہ ہے سوائے اولیاء اللہ کے کوئی اس کو نہیں جانتا، پھر عراق کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرف ایک عجمی نوجوان ظاہر ہوگا، وہ بغداد میں وعظ کہے گا اور اس کی کرامتوں کو ہر خاص و عام جان لے گا، وہ قطبِ زمانہ ہوگا اور فرمائے گا: ” قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللهِ“.

زبدۃ الابرار میں ہے کہ ایک روز چند درویش حضرت شیخ علی بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ عجم سے، پھر دریافت کیا کہ کس شہر سے آئے ہو؟ انھوں نے کہا کہ جیلان سے تو حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا:

”إنّ اللهَ نَوَّرَ وُجُوهَكُمْ بِظُهُوْرِ رَجُلٍ مِنْكُمْ قَرِيْبٌ مِنْ فَضْلِ اللهِ تَعَالىٰ اِسْمُهٗ عبد القادر مَظْهَرُهٗ فِي الْعِرَاقِ وَمَسْكَنُهٗ فِي الْبَغْدَادِ يَقُوْلُ قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللهِ وَ يُقِرُّهٗ اَوْلِيَاءُ عَصْرِهٖ بِاَمْرِ اللهِ تَعَالىٰ.“

اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو روشن کرے، اس شخص کے ذریعہ جو اللہ کے فضل سے تم میں عن قریب ظاہر ہوگا، جس کا نام عبد القادر ہوگا، اس کے ظہور کی جگہ عراق اور مسکن بغداد ہوگا، وہ کہے گا میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے اور اس کے ہم عصر تمام اولیاء اللہ، اللہ کے حکم سے اس کے ارشاد کو قبول کریں گے۔

عہدِ طفلی کے احوال کرامت

شرعاً نابالغ بچہ، احکام شریعت کا مکلف نہیں ہے لیکن حضرت شیخ مادر زاد ولی تھے، اس لیے شیر خواری کے زمانہ میں ماہ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت اس طرح رقم کی گئی ہے:

وَاشْتَهَرَ بِبَلَدِنَا فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ اَنَّهٗ لِلْاَشْرَافِ وَلَدٌ لَا يَرْضَعُ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ.

Mubarakmisbahi&gmail.com

اور ہمارے شہر میں مشہور ہو گیا کہ سادات میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو ماہ رمضان کے دن میں دودھ نہیں پیتا ہے۔ (طبقاتِ کبریٰ، ج:1،ص:136)

بچوں کا کھیل کود میں مصروف ہونا ایک فطری تقاضا ہے لیکن حضرت شیخ پر تو ابتدا ہی سے حفاظت الٰہی کا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ فرماتے ہیں جب میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی:

تعال الیّ یا مبارك .اے برکت والے میری طرف آ۔

تو میں بھاگ کر اپنی والدہ کی آغوش میں پناہ لے لیتا، آج بھی میں خلوت میں وہ آواز سنتا ہوں۔[قلائد الجواہر ص 3]

جب آپ کی عمر شریف چار سال کی ہوئی تو آپ کے والد ماجد سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی دوست رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مکتب میں داخل کرنے کے لیے لے گئے، اپنے استاد کے سامنے آپ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے، استاد نے کہا پڑھو بیٹے بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ تو آپ نے بسم اللہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ الٓمٓ. سے لے کر مکمل سترہ پارے ازبر استاد کو سنا دیے۔ استادِ محترم نے حیرت سے دریافت کیا کہ یہ آپ نے کب پڑھا اور کیسے یاد کیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ سترہ سپارے کی حافظہ ہیں، ان پاروں کو وہ اکثر تلاوت کیا کرتی تھیں۔ جب میں شکمِ مادر میں تھا تو یہ سترہ پارے سنتے سنتے ہمیں یاد ہو گئے۔

اور پیکرِ صداقت جانبِ بغداد چلے:

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بچپن میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لی تھیں، آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب میں جیلان میں چھوٹی عمر میں تھا، عرفہ 9 ذی الحجہ کے دن میں دیہات کی طرف نکلا اور کھیتی کے بیل کے پیچھے ہو لیا، اس بیل نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے عبدالقادر! آپ اس لیے تو پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

میں گھر واپس آ گیا اور مکان کی چھت پر چڑھ گیا، تو لوگوں کو میں نے عرفات کے میدان میں کھڑے ہوئے دیکھا۔

آپ ذرا غور فرمائیں جیلان ایران میں ہے اور عرفات حجاز مقدس میں طویل مسافت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے میدان عرفات کو آپ کی نگاہوں کے سامنے فرما دیا۔ آپ نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے حصولِ علم کے لیے وقف فرما دیں اور مجھے شہرِ علم بغداد جانے کی اجازت دے دیں۔

جب آپ نے اپنی والدہ ماجدہ سے بغداد جانے کی اجازت طلب کی ،اس وقت ان کی عمر 78 برس تھی، اور ان کی امیدوں کا مرکز حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، جیلان سے بغداد کا فاصلہ چار سو میل تھا، سیکڑوں مشکلات راہ میں تھیں لیکن آپ نے علمِ دین کی اہمیت محسوس کی اور بھیگی پلکوں سے اپنے لختِ جگر کو اجازت دے دی، مشفق والد گرامی نے انتقال کے وقت اپنی اولاد کے لیے 80 دینار چھوڑے تھے۔ 40 دینار والدہ ماجدہ نے چھوٹے بھائی کے لیے محفوظ کر دیے اور چالیس دینار حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی آستین کے نیچے گدڑی میں سی دیے۔ رخصت کرتے وقت والدہ نے نصیحت کے چند موتی بھی عطا فرمائے تھے، ان میں سے ایک موتی صدقِ مقال[سچ بولنا] بھی تھا۔

"اے میرے فرزند عبد القادر ہمیشہ سچ بولنا اور کسی وقت بھی جھوٹ نہ بولنا۔"

لائق فرزند نے آنسوؤں کی بوچھار کے ساتھ وعدہ کیا کہ اے ماں! میں آپ کی نصیحت پر زندگی بھر عمل کروں گا۔ والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے لختِ جگر کو گلے لگایا اور آخری جملہ فرمایا: **اے بیٹے اب جیتے جی تو تم میری صورت نہ دیکھ سکو گے، مگر میری دعائیں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہیں گی۔ خدا کے کام کے لیے خدا کے نام پر اب میں تمھیں خدا کے حوالے کرتی ہوں۔ خدا حافظ و ناصر ہے۔ جاؤ خدا حافظ۔**

حضور غوثِ اعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ماں سے رخصت ہو کر بغداد جانے والے قافلے میں شریک ہو گئے۔ اس عہد میں تنہا سفر کرنا انتہائی مشکل تھا۔ لوگ اپنے سفر اور اپنی حفاظت کا انتظام خود کرتے تھے، جو قافلے امن و سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جاتے، بڑے خوش نصیب ہوتے۔ حضرت غوثِ اعظم کا قافلہ ہمدان تک بخیر و عافیت پہنچ گیا، لیکن جب ترتنگ کے سنسان علاقے میں داخل ہوا تو اچانک ساٹھ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ **ان کا سردار ایک طاقت ور اور ستم پیشہ ڈاکو احمد بدوی تھا۔** قافلے میں مقابلے کی تاب نہ تھی، اس لیے پورے قافلے کو لوٹ لیا گیا۔ لوٹا ہوا سامان ایک جگہ رکھ کر بانٹنے کا کام ہو رہا تھا، حضور غوثِ اعظم کو بچہ جان کر ڈاکوؤں نے نظر انداز کر دیا تھا۔ اسی وقت ایک ڈاکو نے آپ سے بھی دریافت کیا، بیٹے تمھارے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے جواب دیا! ہاں، چالیس دینار میری گدڑی میں آستین کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ اس ڈاکو نے مذاق سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد پھر ایک ڈاکو نے وہی سوال دوہرایا۔ آپ نے اس کو بھی وہی جواب دیا۔ اس نے بھی ایک خوب صورت مذاق سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور پھر دونوں نے اپنے سردار کے سامنے اپنے اپنے سوالات اور حضور کے

جوابات دُہرائے۔ سردار نے ان باتوں کو سنجیدگی سے لیا اور فوراً حکم دیا کہ اس نوجوان کو ذرا میرے سامنے تو بلا لاؤ۔ ایک ڈاکو نے بڑی تیزی سے اس نوجوان کو بلایا۔ جب سردار نے سوال کیا تو حضرت شیخ نے اسے بھی وہی جواب دیا۔ جب سردار نے تفصیل طلب نگاہوں سے حضرت شیخ کی جانب دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ میری ماں نے وہ تمام دینار میری آستین کے نیچے گدڑی میں سی دیے ہیں، اور رخصت کرتے وقت یہ ہدایت فرمائی کہ بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ اس لیے سارا حال میں نے سچ سچ آپ حضرات کو بتا دیا۔ جب سردار نے گدڑی کو کھولا تو واقعی اس میں چالیس دینار موجود تھے۔ **اس سچائی کا سردار کے دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا اور اس کے دل کی دنیا بدل گئی اور بھری محفل میں حضرت شیخ کے دستِ مبارک پر توبہ کی اور پھر اس کی تقلید میں سارے ڈاکوؤں نے توبہ کی اور عبادت و ریاضت کے بعد اپنے وقت کے نام ور اولیاے کرام میں ان کا شمار ہوا۔**

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ پہلا تبلیغی قدم تھا کہ اس کی برکت سے نہ صرف یہ کہ ڈاکوؤں نے اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کیا، بلکہ تمام قافلے والوں کا مال واپس کر کے عبادت و ریاضت کے پیکر بن گئے، یہ ذکرِ کرامات کا موقع نہیں۔ اس وقت آپ صرف اتنا ذہن میں رکھیں کہ بغداد کا تاج دار علم و عرفان اور ولایت و معرفت کی اس منزل پر فائز تھا اور اس کی حکومت کا دائرہ، دَل نہیں بلکہ دِل تھے، وہ خشیتِ ربانی کے پیکر اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سفیر تھے۔

حصولِ علم کا ذوقِ فراواں:

بغداد پہنچ کر آپ نے روایت و درایت اور تجوید و قراءت کے ساتھ قرآنی علوم و اسرار کی تکمیل کی اور پھر اپنے علوم و فنون کے بلند پایہ علما و محدثین سے مختلف علوم و فنون میں مقامِ امتیاز حاصل کیا، اور پھر زمانے نے دیکھا کہ بغداد کی سرزمین آپ کے وجودِ مسعود سے عوام و خواص کی مرکز بن گئی۔ عالمِ ملکوت سے عالمِ دنیا تک آپ کے فضل و کمال کا شہرہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اپنی قدرت کی علامتوں کو ظاہر فرمایا اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفات وجود کی لگامیں آپ کے حوالے کر دیں۔

تدریس اور فتویٰ نویسی:

حضرت شیخ قدس سرہ نے درس و تدریس کا آغاز فرمایا تو علما، صلحا اور فقہا کا جم غفیر آپ کے پاس جمع ہو گیا۔ دور دراز سے تشنگان علم حاضر ہوتے اور آپ کے چشمۂ صافی سے سیراب ہوتے۔ آپ ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے، اس لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے طلبہ کو کسی دوسرے عالم کے پاس جانے کی حاجت نہ رہتی۔

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلاف مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن پاک و تجوید و قرأت [قرأت مختلفہ] کے ساتھ پڑھاتے۔ [زبدۃ الاسرار، ص؛-40]

بغداد کے محلہ باب الازج میں حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی کا ایک مدرسہ تھا جو انہوں نے حضرت کے سپرد کر دیا جہاں آپ نے تدریس، افتا، وعظ اور اجتہاد اور عملی جہاد کا کام شروع کیا۔ بہت جلد آپ کا شہرہ دور دراز تک پہنچ گیا اور تشنگان علوم شریعت و طریقت پروانہ وار آپ کے گرد جمع ہونے لگے، اس کے ساتھ ہی مدرسہ کی توسیع کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ اہل ثروت عقیدت مندوں نے مالی اور درویشوں نے جسمانی خدمات پیش کر دیں۔ 528ھ/1134ء میں مدرسہ پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور حضرت شیخ کی نسبت سے قادریہ مشہور ہوا۔ [قلائد الجواہر، ص-5]

آپ نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ [521ھ/ 1166ء] تک جاری رکھا، اس طرح آپ نے چالیس سال تبلیغ اور تینتیس سال تدریس و افتا کے فرائض انجام دیے۔ [زبدۃ الاسرار، ص: 39]

حضرت شیخ، امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ علماے عراق آپ کے فتاویٰ کو دیکھ کر حیران رہ جاتے، انہیں اس بات پر حد درجہ تعجب ہوتا کہ آپ قلم برداشتہ جواب تحریر فرماتے ہیں اور بالکل صحیح جواب دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ آپ ابتدا میں زیادہ مسائل حنبلی مسلک پر اور شافعی مسلک پر طے فرماتے اور باقی کچھ مسائل حنفی اور مالکی مسالک پر بھی طے فرماتے مگر **جب آپ غوثیتِ کبریٰ کے منصب پر فائز ہو گئے تو آپ مجتہدِ مطلق ہو گئے اور پھر مجتہدانہ مسلک پر عمل فرماتے، مگر آپ کا مسلک ان چاروں میں ہی محدود رہتا۔ عام طور پر مشہور یہی تھا کہ مسلکِ حنبلی پر عمل فرماتے ہیں۔ دوسری بات یہ تھی کہ سائل جس مسلک کا ہوتا، آپ جواب بھی اسی مسلک کے اعتبار سے عطا فرماتے۔**

آپ کے پاس ایسے ایسے استفتا آتے جن کے جواب سے دیگر علما عاجز آجاتے تھے، آپ فوراً ان کا جواب عنایت فرما دیتے۔ بلادِ عجم سے ایک سوال پیش ہوا جس کا جواب عراق، عرب اور عراقِ عجم کے علما نہ

دے سکے۔ **سوال یہ تھا کہ ایک شخص نے تین طلاق کا قول کیا ہے۔ اگر وہ ایسی عبادت نہ کرے جس میں اس کے ساتھ اس وقت کوئی دوسرا شریک نہ ہو، وہ کون سی عبادت کرے؟** حضرت نے اسی وقت جواب تحریر فرمایا کہ وہ مکہ معظمہ جائے، اس کے لیے مطاف خالی کرا دیا جائے اور وہ تنہا سات چکر طواف کرے، اس وقت اس عبادت میں کوئی دوسرا اس کے ساتھ شریک نہ ہو گا، سوال کرنے والا ایک رات بھی بغداد میں نہ رہا اور اسی دن مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا۔ [قلائد الجواہر ص 39 - 38]

بیعت و خلافت اور رشد و ہدایت:

آپ کو بیعت و خلافت کا شرف حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل تھا اور اپنے شیخ طریقت کی بارگاہ میں راہِ طریقت و سلوک حاصل کیا۔ نیز آپ نے آدابِ طریقت و تعلیم سلوک محمد بن مسلم الاباس قدس سرہ سے بھی حاصل کیا۔ ان کے علاوہ وقت کے ممتاز شیوخ طریقت سے بھی آپ نے فیوض و برکات حاصل فرمائے۔

حضور غوثِ اعظم نے بغداد میں شریعت و طریقت کے علوم و معارف حاصل کر لیے تو مخلوق خدا کو فیض یاب کرنے کا وقت آ گیا، ماہ شوال 551ھ/ 1127ء کو محلہ حلبہ برانیہ میں آپ نے وعظ کا آغاز فرمایا۔ [بہجۃ الاسرار - ص - 90]

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پچیس سال تک دنیا سے قطع تعلق کر کے میں عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں اس طرح گشت کرتا رہا کہ نہ میں کسی کو پہچانتا تھا اور نہ مجھے کوئی۔ رجالِ غیب اور جنات کی میرے پاس آمد و رفت رہتی تھی، اور میں انھیں راہِ حق کی تعلیم دیتا تھا۔ چالیس سال تک میں نے فجر کی نماز عشا کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک یہ حال رہا کہ نمازِ عشا کے بعد قرآن مجید اس طرح شروع کرتا کہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور ایک ہاتھ سے دیوار کی میخ پکڑ لیتا۔ تمام شب اسی حالت میں رہتا، حتیٰ کہ صبح کے وقت قرآن کریم ختم کر لیتا۔

گیارہ سال تک "برجِ بغداد" میں عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا، لوگ اسے برجِ عجمی کہنے لگے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ جب تک غیب سے کھانا نہ ملے گا نہ کھاؤں گا۔ مدتِ دراز تک یہی کیفیت رہی، لیکن اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا نہ توڑا اور اس کی خلاف ورزی نہ کی۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں کہ شروع شروع میں مجھے سوتے جاگتے کرنے اور نہ کرنے والے کام بتائے جاتے تھے اور مجھ پر کلام کرنے کا غلبہ اتنی شدت سے ہوتا کہ میں بے اختیار ہو جاتا اور خاموشی کا یارا باقی نہ رہتا۔ صرف دو تین آدمی حاضرِ مجلس ہو کر میری بات سنتے، اس کے بعد لوگوں کا میرے گرد اتنا ہجوم ہو جاتا کہ مجلس میں جگہ باقی نہ رہتی، پھر میں شہر کی عید گاہ میں چلا گیا اور وعظ کہنے لگا، وہاں جگہ تنگ ہوئی تو منبر شہر سے باہر لے گیا اور بے شمار مخلوق سوار و پیادہ آتی اور مجلس کے گرد کھڑے ہو کر وعظ سنتی، حتیٰ کہ سننے والوں کی تعداد ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی۔

منقول ہے کہ آپ کی مجلسِ وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لے کر بیٹھتے اور جو کچھ سنتے اس کو لکھتے رہتے۔ **مشائخ سے منقول ہے حضرت شیخ جیلانی جب منبر پر بیٹھ کر الحمد للہ کہتے تو روے زمین کا ہر غائب و حاضر ولی خاموش ہو جاتا، اسی وجہ سے آپ یہ کلمہ مکرر کہتے اور اس کے درمیان کچھ سکوت فرماتے، پس اولیا اور ملائکہ کا آپ کی محفل میں ہجوم ہو جاتا۔ جتنے لوگ آپ کی مجلس میں نظر آتے، اس سے کہیں زیادہ وہ حاضرین ہوتے جو نظر نہیں آتے۔**

مشائخ سے منقول ہے کہ جب آپ خطاب کے آخر میں فرماتے کہ "**اب قال ختم ہوا، اب حال کی طرف مائل ہوئے**" کہتے ہی لوگوں میں اضطراب و وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی، کوئی گریہ زاری کرتا، کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا اور کوئی بے ہوش ہو کر اپنی جان دے دیتا۔ بسا اوقات شوق و ہیبت اور خوف و جلال کے باعث کئی کئی جنازے اٹھتے۔

ایک دن دورانِ خطاب فرمایا: کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا بیٹے تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا میں عجمی ہوں، بغداد کے فصحا کے سامنے لب کشائی کیسے کروں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سات مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا: "لوگوں سے خطاب کرو اور انھیں حکمت اور موعظت حسنہ سے اپنے رب کی طرف بلاؤ۔" اتنے میں نمازِ ظہر پڑھی اور بیٹھ گیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم جمع تھا، مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی، کیا دیکھتا ہوں حضرت علی مرتضیٰ تشریف فرما ہیں، انھوں نے چھ مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا۔ عرض کیا سات مرتبہ کی تعداد پوری کیوں نہیں فرمائی، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کے پیشِ نظر۔ [زبدۃ الابرار، ص:56]

حضرت شیخ نے ایک روز فرمایا، ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بہ

قدم ہوتا ہے اور میں اپنے جدِ امجد ﷺ کے قدم بہ قدم ہوں۔ آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا، میں نے وہیں قدم رکھا، سوائے مقامِ نبوت کے۔ [قلائد الجواہر، ص:26]

جب آپ بغداد شریف تشریف لائے تو اس وقت ابو العباس مستظہر بامر اللہ [م 512ھ] کا عہد تھا۔ اس کے بعد مسترشد، راشد، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ یکے بعد دیگرے تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ اس دور میں سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفا کی کش مکش اپنے عروج پر تھی، حصولِ اقتدار کے لیے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا جاتا، گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کی جگہ اقتدار اور دنیا کی محبت نے لے لی تھی، اسی لیے حضرت شیخ نے اپنے خطبات میں اخلاص، للّٰہیت اور خشیتِ الٰہیہ پر بہت زور دیا ہے۔

اولیائے کرام کا یہ معمول رہا ہے کہ ان کا بارگاہِ خداوندی میں جھکا ہوا سر سلاطینِ زمانہ کے سامنے خم نہ ہوا اور نہ تخت و تاج کے ساتھ ان کی وابستگی ہوئی۔ سیدنا غوث اعظم کے بارے میں ابو العباس حضرت خضر علیہ السلام کا بیان ہے کہ: "میں تیرہ سال حضرت شیخ کی خدمت میں رہا، میں نے نہیں دیکھا کہ کسی بڑے آدمی کے لیے کھڑے ہوئے ہوں۔ کسی بادشاہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے ہوں، یا بساطِ شاہی پر بیٹھے ہوں۔"

ایک دن خلیفۂ وقت مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف ملاقات کے لیے آیا، سلام کیا اور عرض کیا، حضور مجھے کچھ نصیحتیں فرمائیں، اور ساتھ ہی دراہم و دنانیر کے دس تھیلیاں پیش کیں، جنھیں دس خادم اٹھائے ہوئے تھے، آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ کے اصرار پر دو تھیلیاں ہاتھوں میں لے کر دبائیں تو ان میں سے خون ٹپکنے لگا۔ آپ نے فرمایا: اے ابو المظفر! اللہ تعالیٰ سے حیا نہیں آتی کہ، لوگوں کا خون چوس کر لائے ہو اور مجھے پیش کرتے ہو۔ خلیفہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت شیخ غوث اعظم نے فرمایا: "خدا کی قسم اگر رسول اللہ ﷺ سے تعلق کا پاس نہیں ہوتا تو خون بہتا ہوا خلیفہ کے محل تک پہنچ جاتا۔

حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری زندگی عشق و اطاعت اور عبادت و ریاضت سے لبریز تھی، آج بھی ان کا فیضان عالمِ اسلام پر برس رہا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہمیں اپنی زندگیوں کو ان کی تعلیمات کے مطابق گزاریں اور ان کی تعلیمات کو عام کریں۔

چند اوصاف و کمالات:

آپ نحیف البدن، میانہ قد، کشادہ سینہ، لمبی چوڑی داڑھی، گندمی رنگ، پیوستہ ابرو، بلند آواز تھے۔ پاکیزہ سیرت، بلند مرتبہ اور علم کامل کے حامل تھے۔ صاحبِ شہرت و سیرت اور خاموش طبع تھے، آپ کے کلام کی تیزی اور بلند آواز، سننے والے کے دل میں رعب و ہیبت زیادہ کر دیتی تھی اور یہ آپ کی خصوصیت تھی کہ مجلس میں قریب و بعید بیٹھنے والے بے کم و کاست بغیر کسی تفاوت کے آپ کی آواز بآسانی یکساں طور پر سن لیتے تھے، جب آپ کلام کرتے تو ہر شخص پر خاموشی چھا جاتی تھی، جب آپ کوئی حکم دیتے تو اس کی تعمیل میں سرعت و مبادرت کے سوا اور کوئی صورت نہ ہوتی اور بڑے سے بڑے سخت دل پر نظرِ جمال پڑ جاتی تو وہ خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری کا مرقع بن جاتا اور جب آپ جامع مسجد میں تشریف لاتے تو تمام مخلوق دعا کے لیے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ قاضی الحاجات میں دعا کرتی۔

(اخبار الاخیار، ص:14، فارسی و مسالک السالکین، ج:1، ص:330)

حضرت شیخ کے اخلاق و عادات انک لعلیٰ خلقٍ عظیم اور انک لعلیٰ ھدی مستقیم کے مصداق تھے، غیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل فرماتے، طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر بیٹھتے، بلکہ ان کی لغزشوں اور گستاخیوں کو درگزر فرماتے۔

بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ حضرت بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، شرمیلے، نرم طبیعت، پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے، جلیس کی عزت کرتے اور مغموم کو دیکھ کر امداد فرماتے۔ ہم نے آپ جیسا فصیح و بلیغ کسی کو نہ دیکھا۔

مشائخ نے نقل کیا ہے کہ حضرت بکثرت رونے والے اور اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے تھے، آپ کی ہر دعا قبول ہوتی، بد گوئی سے بہت دور بھاگنے والے تھے اور حق کے سب سے زیادہ قریب تھے، احکامِ الٰہی کی نافرمانی میں بڑے سخت گیر تھے، لیکن اپنے اور غیر اللہ کے لیے کبھی غصہ نہ فرماتے۔ خطابِ الٰہی آپ کا منبر اور خوفِ خداوندی آپ کا سفیر تھا، سچائی آپ کا وظیفہ، غور و فکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھا، آدابِ شریعت آپ کا ظاہر اوصافِ حقیقت آپ کا باطن تھا۔

(جاری)

مسئلہ ختم نبوت اور امام احمد رضا

سید صابر حسین شاہ بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رَسُولہ النبی الامین
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

ہمارے پیارے نبی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، آپ کے بعد نبوت کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہے، اب جو کوئی بھی ظلی یا بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ خبیث کافر، مرتد، زندیق اور واجب القتل ہے۔ اسی پر ساری امت مسلمہ کا اجماع ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ عہد رسالت مآب ﷺ ہی میں شروع ہو گیا تھا، پھر عہد صدیقی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی کثیر تعداد نے اپنی جانوں پر کھیل کر مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کیا، عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے یہ پہلا وہ عظیم جہاد ہے جس میں بارہ سو (۱۲۰۰) سے زائد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جام شہادت نوش کر کے دنیا پر اس کی اہمیت وافادیت ہمیشہ کے لیے واضح فرمادی تھی۔ اسی طرح تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین نے ہر دور میں عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اپنا اولیں فرض سمجھا۔

برصغیر میں جب قادیان سے مرزا غلام احمد آنجہانی مسیلمہ پنجاب بن کر سامنے آیا تو اہل ایمان نے اس خبیث کا خوب خوب تعاقب کر کے ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ان محافظین ختم نبوت میں مجدد دین وملت الشاہ الحافظ القاری اعلیٰ حضرت محمد امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1340ھ/1921ء) کا کردار نہایت روشن اور نمایاں رہا، بلکہ آپ کے سارے خانوادے کو ناموسِ رسالت مآب ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے ہی سے شہرت ملی۔

مولانا احسن نانوتوی (م1312ھ/1894ء) نے جب حدیث اثر ابن عباس کی بنیاد پر اپنے اس عقیدے کا اعلان کیا کہ: "رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھی ہر طبقہ زمین میں ایک ایک "خاتم النبیین" موجود ہے تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی رئیس المتکلمین مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ (م1297ھ/ 1880ء) نے ان کی بروقت گرفت فرمائی اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو گمراہ اور خارج اہل سنت قرار دیا، نہ صرف بریلی بلکہ بدایوں اور رام پور کے مشاہیر علمائے کرام نے بھی آپ کے مؤقف کی حمایت میں اپنے فتاویٰ صادر فرمائے، یوں برصغیر میں فتنۂ انکار ختم نبوت کا باضابطہ پہلا رد سرزمین بریلی شریف کے حصے میں آیا۔

1315ھ/1898ء میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ/1924ء) نے کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" لکھ کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دنیائے ارضی پر دوبارہ تشریف آوری قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کر کے مرزا آنجہانی کے مکر وفریب کا پردہ فرمایا۔

1317ھ/1899ھ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "جزاء اللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ" لکھ کر ختم نبوت کے مطلب ایمانی ایک سو بیس اور منکرین ختم نبوت پر تیس نصوص کے تازیانے برسائے اس پر عرب وعجم کے علمائے کرام نے تصدیقات بھی فرمائیں۔

1320ھ/1902ء میں آپ نے "السؤ والعقاب علی المسیح الکذاب" لکھ کر دس وجوہ سے قادیانی آنجہانی کا کفر ظاہر وباہر کر کے فرمایا کہ یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور ان کے احکام بعینہ مرتدین کے احکام ہیں۔

1320ھ/1902ء میں سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول قادری بدایونی رحمۃ اللہ علیہ (م1289ھ/1872ھ) کی عربی زبان میں لکھی گئی بلند پایہ کتاب "المعتقد المنتقد" پر نہایت ہی عالمانہ انداز میں "المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد" کے نام سے عربی میں حواشی لکھے جن کا اردو زبان میں ترجمہ تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان الازہری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1439ھ/

2018ء) کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ان حواشی میں بھی آپ نے گمراہ فرقوں اور ان کے سرغنوں کا ذکر کرتے ہوئے مرزا قادیانی آنجہانی کے بارے میں صاف صاف فرمایا:

"یہ مرزا ان جھوٹے دجالوں میں سے ہے جن کے خروج کی خبر صادق و مصدوق نبی ﷺ نے دی، یہ دجال مرزا قادیانی اس زمانے میں موضع قادیان واقع پنجاب میں نکلا۔"

1323ھ/1905ء میں برادر اعلیٰ حضرت شہنشاہ سخن مولانا محمد حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1326ھ/1908ء) نے بریلی شریف سے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے رد قادیانیت پر پہلا باضابطہ ماہ وار رسالہ جاری کیا، اس کا تاریخی نام "قھر الدیان علی مرتد القادیانی" رکھا اس کے اجرا میں آپ کو کثیر احباب کا تعاون حاصل تھا ان میں سے پچاسی (85) معاونین کے اسماے گرامی رسالے کے اندرون سرورق پر شائع ہوئے تھے اس کے پہلے شمارے میں قادیانیت کے رد میں آپ کا مقالہ "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" کا پہلا حصہ بھی شائع ہوا تھا۔ اللہ اللہ، برادر اعلیٰ حضرت، رد قادیانیت میں کتنے متحرک تھے!!

1324ھ/1906ء۔ میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے ایک اہم قدم یہ اٹھایا کہ برصغیر کے چند گستاخوں کی کفریہ عبارات پر علماے حرمین شریفین کی اکثریت سے تصدیقات و فتاویٰ حاصل کیے اور پھر اسے "حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین" کا تاریخی نام دیا۔ اس میں مرزا آنجہانی کی کفریات وارتداد پر فتویٰ کفر نمایاں اور سرفہرست ہے۔

1326ھ/1908ء۔ میں آپ کی مشہور کتاب "المبین ختم النبیین" سامنے آئی جس میں آپ نے ثابت فرمایا کہ مشہور آیت ختم نبوت میں "الف لام" استغراقی ہے، عہد خارجی کا لام نہیں، یعنی ہر قسم کے خاتم ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، آپ کے بعد کسی طرح کی نبوت کا امکان نہیں۔

1335ھ/1916ء۔ میں آپ کے قلم فیض اثر سے "باب العقائد والکلام" المعروف "گمراہی کے جھوٹے خدا" نامی رسالہ سامنے آیا اس میں آپ نے مختلف فرقوں کے تصور توحید کو طشت از بام فرمایا اور قادیانی آنجہانی کے "جھوٹے خدا" کی بھی قلعی کھول کر رکھ دی ہے کہ قادیانی ایسے کو خدا کہتا ہے العیاذ باللہ۔

1337ھ/1918ء میں مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک مرید کے خواب و بیداری میں کلمۂ طیبہ کی جگہ اور درود شریف میں بھی ان کا نام لینے پر زبردست گرفت فرمائی اور "الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی" میں ان کی خبر لی۔

1339ھ/1920ء میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کل ہند جماعت رضاے مصطفیٰ کا قیام عمل میں لایا، اس کے اغراض و مقاصد میں، پیارے مصطفیٰ ﷺ کی عزت و عظمت کا تحفظ سر فہرست تھا، جماعت نے اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ اور فتنۂ ارتداد کے رد میں نہایت موثر کام کیا۔ مرزائیوں کی فتنہ سامانی کا جماعت رضاے مصطفیٰ کے مناظرین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، قادیانیوں کو جماعت کے مقابلے میں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا، یہی نہیں بلکہ جماعت رضاے مصطفیٰ نے نشر و اشاعت کے محاذ پر قادیانیت کے رد میں قلمی معرکہ آرائیاں بھی جاری رکھیں۔ اسی جماعت کے زیر اہتمام رد قادیانیت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی، ان کے صاحبزادگان، خلفا و تلامذہ اور متعلقین کی کتابیں بھی شائع ہو کر عام ہوئیں۔

3 محرم الحرام 1340ھ کو پیلی بھیت سے شاہ میر خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر مرزائیوں کے چند اعتراضات استفتا کی صورت میں بھیجے آپ نے علالت کے باوجود "الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی" (1340ھ) جیسے تاریخی نام سے یہ رسالہ سپرد قلم فرمایا، جس کے نام کا اردو میں ترجمہ "قادیانی مرتد پر خدائی تلوار" ہے، یہ رضا کے نیزے کی مار ہے۔

25 صفر المظفر 1340ھ کو عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب ﷺ کا یہ محافظ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔ اللہ اللہ، آپ کا آخری قلمی جہاد بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے تھا،

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کے فرزند اصغر مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں ایک یادگار رسالہ "تصحیح یقین بر ختم نبیین" رقم فرمایا۔ آپ کے خلفا و تلامذہ نے بھی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ صدر الشریعہ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

شہرہ آفاق کتاب "بہار شریعت" کے آغاز ہی میں فتنۂ قادیانیت کی خوب نقاب کشائی فرما کر امت مسلمہ کو اس سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اسی طرح آپ نے ہمارے ضلع اٹک کے معروف سنی عالم دین علامہ مولانا قاضی غلام گیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م1348ھ/1930ء) کی کتاب "تیغ غلام گیلانی بر گردن قادیانی" اپنے اہتمام سے بریلی شریف سے شائع فرما کر عام کی تھی۔ اسی طرح آپ کے خلیفہ مولانا قاضی عبد الغفور شاہ پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "عمدۃ البیان فی جواب سوالات اہل القادیان"، مبلغ اسلام علامہ شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م1373ھ/1954ء) نے مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے اور کتاب "مرزائی حقیقت کا اظہار" بھی لکھی۔ علامہ مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م1379ھ/1959ء) نے "سیف رحمانی علی راس القادیانی" لکھی۔ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م1380ھ/1961ء) نے "اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب" "کرشن قادیانی کے بیانات ہزیانی، قادیانی مسیح کی نادانی اس کے خلیفہ کی زبانی" لکھیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ نعت "حدائق بخشش" میں بھی کئی ایسے اشعار ملتے ہیں جن سے عقیدہ ختم نبوت مترشح ہے مثلاً۔

سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو، انتہا ہو
سب تمھاری ہی خبر تھے تم مؤخر مبتدا ہو

آتے رہے انبیاء کما قیل لھم
والخاتم حقکم کہ خاتم ہوئے تم
یعنی جو ہوا دفتر تنزیل تمام
آخر میں ہوئی مہر کہ اکملت لکم
بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
فتح باب نبوت پہ بے حد درود
ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

آپ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام علامہ مفتی محمد حامد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ کلام "تحائف بخشش" سے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

هوالاول هوالآخر هوالظاهر هوالباطن
بکل شیٔ علیم لوح محفوظ خدا تم ہو
نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر
تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

اسی طرح آپ کے فرزند اصغر مفتی اعظم علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خان قادری نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجموعہ کلام "سامان بخشش" میں بھی عقیدہ ختم کے تحفظ کے لیے سامان موجود ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

تم ہو فتح باب نبوت تم سے ختم دور رسالت
ان کی پچھلی فضیلت والے صلى الله عليك وسلم

تمہیں سے فتح فرمائی تمہیں پر ختم فرمائی
رسل کی ابتدا تم ہو نبی کی انتہا تم ہو
تمھارے بعد پیدا ہو نبی کوئی نہیں ممکن
نبوت ختم ہے تم پر کہ ختم الانبیا تم ہو

مملکت خداداد پاکستان میں تحریک ختم نبوت 1953ء اور تحریک ختم نبوت 1974ء میں بھی نمایاں کردار اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفا و تلامذہ کی اولاد امجاد کا رہا، بلکہ ان دونوں تحریکوں کی فعال قیادت بھی علمائے اہل سنت ہی کی تھی، ان میں مجاہد ملت علامہ محمد عبد الستار خان نیازی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا سید خلیل احمد قادری اور علامہ حافظ قاری شاہ احمد نورانی صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہم کا کردار تو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، ان کی ان تھک کاوشوں سے ہی مملکت خداداد پاکستان نے 7 ستمبر 1974ء کو سرکاری طور پر بھی قادیانیوں اور ان کے گماشتوں کو کافر قرار دیا تھا۔ اسی 2017ء میں بھی جب ختم نبوت کی شق کو چھیڑا گیا تو اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے عقیدت مند علما میدان عمل میں سامنے آئے اور کلمۂ حق بلند فرمایا۔ ان میں علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی اور پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کا قائدانہ کردار پوری دنیا نے دیکھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ہماری موجودہ قیادت کو بیداری عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ و اولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین.

حافظ احادیث کثیرہ

حضرت علامہ محمد حسین صدیقی ابو الحقانی علیہ الرحمۃ

مبارک حسین مصباحی

فاضلِ اشرفیہ، حافظِ احادیثِ کثیرہ حضرت علامہ محمد حسین صدیقی ابو الحقانی علیہ الرحمۃ بڑی خوبیوں کے حامل اور جامع صفات شخصیت تھے، آپ کی ولادت 2 دسمبر 1956ء میں موضع لوکہا، ضلع مدھوبنی، بہار میں ہوئی۔ آپ ایک متوسط اور دین دار خاندان کے شہزادے تھے، آپ کے والدِ گرامی کا اسم گرامی عالی جناب عبد الجلیل صدیقی مرحوم تھا، آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز مدرسہ تنظیم المسلمین، موضع لوکہا میں کیا۔ حسنِ اتفاق آپ کی بڑی بہن کا نکاح مولانا زبیر احمد صدیقی کے ساتھ ہوا جو پڑوسی ملک نیپال میں وضع لوہنہ کے باشندے تھے، آپ مدرسہ حنفیہ غوثیہ جنک پور دھام، نیپال میں استاذ تھے۔ آپ کے بہنوئی آپ کو نیپال کے اسی مدرسہ میں لے گئے۔ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ [م:6 صفر 1421ھ/2000ء] کی معیت میں ہم اس ادارے میں مدعو تھے۔ حسنِ اتفاق حضرت مولانا ابو الحقانی علیہ الرحمۃ بھی بحیثیت خطیب موجود تھے۔ دیگر علماے کرام میں بریلی شریف سے خطیبِ اہلِ سنت حضرت مولانا توصیف رضا قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ اور حضرت مولانا عبد المصطفیٰ حشمتی دام ظلہ العالی بھی جلوہ گر تھے۔ اجلاس کے داعی فاضلِ اشرفیہ شیرِ نیپال حضرت مفتی محمد جیش صدیقی برکاتی علیہ الرحمۃ تھے۔

ظاہر ہے کہ حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمۃ کا وصال پر ملال 2000ء میں ہوا، ہم لوگ یقیناً اس سے قبل ہی گئے ہوں گے، یعنی یہ سفر 21 یا 22 برس پہلے کا تو ضرور ہوگا، یہ ایک یادگار سفر تھا جس کے تذکار کا یہ موقع نہیں۔

حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمۃ اس کے بعد مرکزِ اہل سنت بریلی شریف تشریف لے گئے، مگر وہاں آپ صرف چھ ماہ حصولِ علم کر سکے۔ آپ ایک محنتی اور باذوق طالب علم تھے، اس کے بعد، آپ ہندوستان کی سب سے بڑی درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور پہنچے، باضابطہ آپ کا داخلہ ہوا، پوری محنت اور دل جمعی کے ساتھ آپ نے درسی کتابوں کو پڑھنا شروع کر دیا۔ بڑے شوق سے کتابوں کا مطالعہ فرماتے، دل و دماغ کی یکسوئی کے ساتھ درس گاہوں میں اساتذہ کی درسی تقریریں سماعت فرماتے، مغلق اور مشکل عبارتوں کو سمجھنے کے لیے محنت کرتے، اگر خود نہیں سمجھ پاتے تو ادب کے ساتھ اساتذۂ کرام سے سمجھنے کی کوشش فرماتے۔ امتحانات کے مواقع پر تکرار کرتے اور کراتے تھے۔

آپ نے عہدِ طالب علمی میں احادیثِ نبویہ کو ازبر کرنا شروع فرما دیا تھا۔ آپ کے متعدّد ساتھیوں نے بھی اس کو بیان فرمایا۔ خاص بات یہ تھی کہ آپ احادیث میں اعراب وغیرہ کا مکمل اہتمام فرماتے تھے۔ آپ کے خطابات میں علما اور مشائخ اکثر موجود رہتے، حدیث خوانی کے تعلق سے اگر کسی سے گفتگو ہوئی تو اس نے آپ کی تعریف ہی کی۔ شارحِ بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ کو کون نہیں جانتا، وہ علم و فضل کے بحرِ ناپیدا کنار بھی تھے اور نقد و نظر میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ہم لوگ نماز عصر کے بعد اکثر آپ کے روم کے سامنے بیٹھتے تھے۔ **ایک دن ذکر آ گیا حضرت مولانا ابو الحقانی کی خطابت کا تو حضرت نے فرمایا: "مولانا حدیث بالکل صحیح پڑھتے ہیں۔" حضور شارحِ بخاری کی تصدیق کوئی معمولی نہیں ہے۔**

جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں جن اساتذہ کی درس گاہوں میں آپ نے درسی کتابیں پڑھیں ان کے اسماے گرامی حسب ذیل ہیں:

(1)- ابو الفیض جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ العزیز [م:1396ھ/1976ء]، بانی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور۔

(2)- شمس العلما حضرت علامہ شاہ قاضی شمس الدین جعفری جون پوری قدس سرہ العزیز۔ [م: یکم محرم الحرام 1400ھ/9/ نومبر 1980ء]

mubarakmisbahi@gmail.com

(3)- بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی سابق صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ۔[م: 14/ محرم الحرام 1434ھ/29/ نومبر2012ء]

(4)- قاضیِ اہلِ سنت حضرت علامہ محمد شفیع اعظمی علیہ الرحمہ سابق استاذ و ناظمِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ۔[م:7/ جمادی الاخری 1411ھ/25/ دسمبر1990ء]

(5)- شیخ القرآن حضرت علامہ عبد اللہ خان عزیزی علیہ الرحمہ، سابق استاذ جامعہ اشرفیہ۔[م:14/ شعبان المعظم 1432ھ/ 17/ جولائی 2011ء]

(6)- محدثِ کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ۔

(7)- نصیرِ ملت حضرت علامہ شاہ نصیر الدین عزیزی دامت برکاتہم العالیہ۔ سابق استاذ جامعہ اشرفیہ۔

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے آپ کی فراغت 1975ء میں ہوئی۔

تدریسی خدمات:

فراغت کے بعد آپ جنک پور دھام نیپال میں جامعہ حنفیہ غوثیہ میں بحیثیت مدرس رہے اور اس کے بعد مدرسہ فیض الغربا آرہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہ معروف ادارہ شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد فرید الدین جون پوری اور مولانا شاہ حکیم محمد معین الدین معین آروی کی یادگار ہے۔ آپ نے بڑی محنت سے مدرسانہ امور انجام دیے۔ یہاں آپ نے مکمل درسِ نظامی کا سلسلہ جاری فرمایا، آپ کے کثیر تلامذہ دین و دانش کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ یہاں آپ کو حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم چشتی قتیل دانا پوری علیہ الرحمہ (سجادہ نشیں خانقاہ چشتیہ نظامیہ دانا پور) اور ان کے لختِ جگر و جانشین پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برق دانا پوری کی صحبتیں میسر آئیں، ان حضرات سے آپ نے بھرپور علمی اور روحانی فیوض و برکات حاصل فرمائے، اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے متعدّد مقامات پر مختلف مدارس میں مختصر مختصر تدریسی خدمات انجام دیں۔

بیعت اور خلافت و اجازت:

آپ سرکار مفتیِ اعظم ہند بریلی شریف سے بیعت ہوئے تھے، نیک اور صالح بزرگ تھے، اس لیے عرب و عجم کے متعدّد مشائخ نے آپ کو مختلف سلاسل کی خلافتوں اور اجازتوں سے سرفراز فرمایا، ان بزرگوں کے اسمائے گرامی ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

(1)- شیخ فضل الرحمٰن قدس سرہ ابن قطبِ مدینہ شیخ ضیاء الدین مہاجر مدنی قدس سرہ [ولادت: ربیع الثانی 1344ھ/ وصال: 27/ شوال المکرم 1423ھ]

(2)- حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری علیہ الرحمہ۔[وصال:7/ ذو قعدہ 1439ھ/20/ جولائی 2018ء]

(3)- صدر العلما حضرت علامہ تحسین رضا علیہ الرحمہ، بریلی شریف۔ [وصال:18/ رجب المرجب 1428ھ]

(4)- استاذ الاساتذہ مفتی رجب علی علیہ الرحمہ نان پارہ۔[وصال: 1/ اپریل 1998ء]

(5)- حضرت علامہ سید شاہ محمد قائم قتیل سراجی اشرفی دانا پوری علیہ الرحمہ۔

(6)- شیرِ نیپال حضرت مولانا جیش محمد صدیقی مصباحی علیہ الرحمہ۔

بدمذہبوں کی تردید میں خطابات کی اثرانگیزی:

پالن حقانی گجراتی کا فتنہ جب شباب پر تھا اور اس کے جواب کے لیے عوام و خواص اہل سنت و جماعت کی آنکھیں کسی مسیحا کی تلاش میں تھیں، اس وقت آپ کی ذات اس فتنے کے مقابل کھڑی ہوئی اور ایسا دندان شکن جواب دیا کہ زمانے بھر میں "ابو الحقانی" بن کر چمکے۔

حافظِ احادیث کثیرہ حضرت علامہ محمد حسین ابو الحقانی علیہ الرحمہ نے اپنے خطابات کے ذریعہ کثیر ممالک میں اہلِ سنت و جماعت کی دھوم مچادی تھی، بے شمار شواہد بھی ہیں کہ جن علاقوں میں بدمذہبوں نے اہلِ سنت و جماعت کے افکار اور معمولات کے خلاف بکواس کی، غیر مقلدوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے ساتھ مضحکہ خیزی کی، بعد میں حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمہ کے خطابات ہوئے۔ آپ اپنے مخصوص انداز میں احادیث نبویہ اور اشعار رضویہ سے پورے علاقے میں فکروں کی روش بدل دیتے تھے۔ آپ دلائل کے ساتھ یہ ثابت فرما دیتے کہ تقلید کیوں ضروری ہے؟ آپ قرآن عظیم، احادیث نبویہ اور شرعی دلائل کی روشنی میں اسلام کے یہ حقائق دلوں میں اتار دیتے کہ نماز میں تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھانا چاہیے۔ حالتِ قیام میں ہاتھ سینے پر کون باندھے اور ناف کے نیچے کون باندھے؟ آمین بالجہر کہنا چاہیے یا بالسر؟ میلاد شریف، عرس، فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں اور چالیسواں کرنا کن محکم دلائل سے ثابت ہے؟ اور ان کے

فضائل و مناقب کیا ہیں، انبیاے کرام اور اولیاے عظام اور دیگر اہم چیزوں کے وسیلوں سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو آپ احادیث نبویہ کی روشنی میں پورے طور پر ثابت فرمادیتے تھے۔

اسی طرح دیوبندیوں اور قادیانیوں کے حوالے سے جب خطابات فرماتے تو قرآن و حدیث سے پورے طور پر ثابت فرمادیتے کہ اہلِ سنت و جماعت کے تمام عقائد و معمولات شرعی حقائق ہیں، "نبیِ آخر الزماں ﷺ" کے بعد کسی نبی کو بالفرض کی صورت میں مانا جائے یا غلام احمد قادیانی کی طرح ظلی نبی، بروزی نبی یا تشریعی نبی، یہ تمام عقائد قرآن عظیم کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف ہیں اس لیے یہ باطل عقائد و نظریات والے بلا شبہہ قرآن عظیم اور قطعی احادیث کے خلاف اور اسلام سے خارج ہیں۔

خطابات میں مسلکِ اعلیٰ حضرت کی ترجمانی:

دونوں عالم کے مالک و مختار مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے آپ کو سچا عشق تھا، اہلِ بیتِ عظام اور صحابۂ کرام سے محبت و شیفتگی کا اندازہ نوکِ قلم سے نوٹ کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ تابعین، تبع تابعین، ائمۂ مجتہدین اور اولیاے عظام سے ان کی وارفتگیِ شوق کو ناپنے کے لیے بھی ہمارے پاس کوئی پیمانہ نہیں۔ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے سلسلے میں تو آپ شہزادۂ اعلیٰ حضرت سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ سے بیعت تھے۔ سلسلۂ قادریہ سے وارفتگیِ عشق کی داستان بڑی دلکش ہے۔ یہی حال سلطان الہند خواجۂ خواجگاں خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا تھا۔ اسی طرح عقیدت کا حسنِ معاملہ دیگر علما و مشائخ اور اپنے اساتذہ کے ساتھ رہا۔

بلا شبہہ آپ امام احمد رضا، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ اور خانوادۂ رضا کے بے پناہ شیدائی تھے، مبارک پور میں اپنے شیخ اور استاذ گرامی وقار حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ کو بھی ٹوٹ کر چاہتے تھے۔

آپ نے اپنے اکابر پر خطابات فرمائے، ان کے اعراس میں شرکت کی سعادتیں حاصل کیں، ملک اور بیرون ملک کی معروف خانقاہوں اور جامعات و مدارس میں آپ کے خطابات ہوتے جدید ذرائع ابلاغ سے شناسا ملکوں میں آپ کے عشق و علم کی آوازیں سنی جاتیں۔

اب ہم آپ کے دل و دماغ مرکزِ اہلِ سنت بریلی شریف کے تاج دار مجدد و مفکر امام احمد رضا محدث بریلوی کی بارگاہ میں لے چلتے ہیں۔ ہم آپ کی شخصیت پر روشنی نہ ڈال کر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ نے نت نئے مسلک کی ایجاد نہیں فرمائی تھی بلکہ بد عقیدگی کے انتہائی بدترین ماحول میں مسلکِ اسلاف کو اپنے نوکِ قلم سے رقم فرمایا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیجیے، آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ انھوں نے نئے نظریات نہیں بلکہ قرآن اور احادیث نبویہ کی روشنی میں مسلکِ اسلاف ہی کو پیش فرمادیا ہے۔ ہاں! آپ نے منکرینِ ناموسِ رسالت کے خلاف بھی قلم کی تلوار اٹھائی تھی، دیوبندیوں کے تابوت میں آپ نے آخری کیل ٹھونکی تھی، قادیانت، غیر مقلدیت اور دہریت کے چہروں سے نقاب الٹی تھی، اس لیے آپ کے دور میں اس تردیدِ باطل کو" مسلکِ اعلیٰ حضرت" کا نام دے دیا گیا، ورنہ ہم اہلِ سنت و جماعت شرعی اور فقہی مسائل میں حضور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے ہیں۔

جہاں اور جن علاقوں میں امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کے خلاف کوئی باطل پرست بد زبانی کرتا، ان کی کتابوں کا مذاق اڑاتا تو حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور ان کے پیش کردہ افکار و معمولات، جو در اصل اسلاف ہی کے ہوتے تھے، آپ ان کے اثبات میں مکمل کاوش فرماتے اور اعلیٰ حضرت کی نورانی شخصیت اور افکار کی تجلیات کو واضح فرمادیتے۔

ایک بار جمنا پار دہلی میں عظیم الشان کانفرنس تھی۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ سرپرستی فرمارہے تھے، حضرت کا مدلل خطاب ہوا، جس میں حسبِ روایت احادیثِ نبویہ کو پڑھا گیا اور انھیں کی روشنی میں عقائدِ اہلِ سنت اور معمولاتِ اہلِ سنت کو ثابت فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھ پڑھ کر مسائل کو منقح فرمایا۔ **تقریر کے بعد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے خطبہ سرپرستی پیش فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ "مولانا نے جو بیان فرمایا یہی مسلکِ اعلیٰ حضرت ہے، یہی فکرِ رضا کی ترجمانی ہے۔"**

حرمین طیبین میں امام احمد رضا کے افکار کی ترجمانی:

یہ تو سب جانتے ہیں کہ حرمین طیبین انتہائی مقدس مقامات ہیں، جب ترکوں کی حکومت رہی سب کچھ اپنے میزان پر تھا، تاریخی آثار کو بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ رکھا جاتا تھا، میلاد النبی ﷺ میں جشنِ چراغاں ہوتا، عشق و وارفتگی میں ڈوب کر صلاۃ و سلام کے گجرے پیش

کیے جاتے تھے۔ ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ایک بار آپ حرم میں شریف میں حضور تاج الشریعہ بریلوی قدس سرہ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت علامہ مفتی مجیب اشرف علیہ الرحمۃ اور دیگر علماے کرام بھی جلوہ گر تھے، چند عرب شیوخ بھی آکر بیٹھ گئے۔ ان عربوں کا اصرار ہوا کہ آپ حضرات کچھ خطاب فرمائیں۔ تھوڑی دیر خاموشی چھائی رہی بعد میں حضور تاج الشریعہ قدس سرہ نے حضرت مولانا ابوالحقانی علیہ الرحمۃ کو اشارہ فرمایا، بفضلہ تعالیٰ وبکرمِ حبیبہ الاعلیٰ آپ کھڑے ہوگئے، آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد ایک موضوع پر احادیث پڑھنا اور گاہے بگاہے عربی میں توضیح فرمانا شروع کیا۔ احادیث نبویہ کی روشنی میں جب موضوع کا اثبات سامنے آیا تو سامعین جھومنے لگے اور عرب شیوخ بھی حد درجہ متاثر ہوئے۔ خطاب کے بعد وہ عرب آپ سے بے حد متاثر ہوئے اور آپ کے شیدائی اور فدائی ہوگئے۔ اب اس کے بعد آپ جب بھی حرمِ محترم میں تشریف لے جاتے تھے وہ عرب بڑی عقیدت و محبت سے ملاقات فرماتے اور اپنی قیام گاہوں پر لے جاتے تھے۔

در اصل آپ کی قیادت میں سالانہ حج و زیارت کے لیے قافلہ جاتا تھا، اس لیے آپ نے کثیر بار حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی، امید ہی نہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس خانہ کعبہ میں کی ہوئی دعائیں قبول فرمائے گا اور بلا شبہہ بارگاہِ رسول ﷺ سے تو پہلے ہی شفاعت کا مژدۂ جاں فزا مل چکا ہے۔

اب ہم ذیل میں آپ کے لختِ جگر حضرت مولانا محمد تحسین رضا مصباحی کا تحریر کردہ ایک تاثر نقل کرتے ہیں۔ یہ عینی مشاہدہ خود انھیں کا ہے اور حضرت علامہ ابوالحقانی علیہ الرحمۃ کی نظر سے بھی گزرا ہے، اس لیے اس کی تصدیق کے لیے مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں۔

شہزادۂ والا تبار رقم طراز ہیں:

"اس بندہ بے توقیر کو جب پہلی بار آپ کے ہمراہ حرمین طیبین کے مبارک سفر کا موقع ملا تو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی شاید بعض قاری کو بھی حیرت ہو کہ حرمین شریفین میں بھی پورے تزک واحتشام کے ساتھ محفل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے، مگر اس وقت حیرت کی انتہا نہ رہی جب آپ کی تقریر کے دوران ہال نعرۂ تکبیر و رسالت، مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد اور اعلیٰ حضرت کا دامن نہیں چھوڑیں گے کے نعروں سے گونج اٹھا۔ بعض پرانے سامعین نے بتایا کہ یہاں آکر جہاں بہت سے سیدھے سادھے لوگ اپنے دین و مسلک سے پھر کر وہابی بن جاتے ہیں وہیں رہ کر اگر ہم لوگ اب بھی مسلک پر ڈٹے ہوئے ہیں تو آپ کے والد (مولانا ابوالحقانی) کی کوششوں کا نتیجہ ہے، پھر سامعین میں سے ایک انتہائی ضعیف العمر شخص نے بتایا کہ تقریبا پچھلے ستائیس سال سے والد گرامی (مولانا ابوالحقانی) کی آمد یہاں ہوتی ہے، میں نے پوچھا: ان کی تقریر سے آپ نے کیا سیکھا جواباً انھوں نے کہا کہ سیکھا تو بہت کچھ مثلاً حرمین شریفین کی فضیلت، اللہ کی وحدانیت، حضور کی رسالت، اہل بیت کی محبت، بزرگان دین سے عقیدت۔ میں نے پوچھا: اور کچھ؟ تو کہنے لگے: ہاں، اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے محبت۔"

آپ کے خطابات اور حضرت بحر العلوم کی نوازش:

حضرت علامہ ابوالحقانی علیہ الرحمۃ نے 1975ء میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے فراغت حاصل فرمائی، ان دنوں بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان اعظمی قدس سرہ جامعہ میں بلند پایہ استاذ تھے اور تمام طلبہ سے بھی حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ حضرت علامہ ابوالحقانی علیہ الرحمۃ نے جب خطابت کی دنیا میں اپنی انفرادیت اور مقبولیت حاصل کی تو ایک استاذ گرامی کا اپنے تلمیذ رشید سے محبت کرنا لازمی تھا، مگر یہ ذہنی اعلیٰ سوچ کی بات ہوتی ہے ورنہ بہت سے اساتذہ اپنے تلامذہ کی کامیابیوں کو برداشت نہیں کرپاتے، ان کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ جب میدان میں یہ کامیاب اور مقبول ہو جائیں گے تو ہم کہاں جائیں گے۔ حضرت مولانا ابوالحقانی کی یہ تحریر دسمبر 2012ء کی ہے اس لیے کہ یہ "تجلیات رضا بریلی شریف" کا "بحر العلوم نمبر" عرس چہلم پر شائع ہو چکا تھا اور وصال 29 نومبر 2012ء میں ہوا تھا۔ اب مولانا ابوالحقانی کے قلم سے بحر العلوم کے تاثرات ملاحظہ فرمائیے:

"چند یادیں اور باتیں جو مجھ سے وابستہ ہیں تحریر کر دوں تاکہ قارئین اندازہ لگائیں کہ آپ [حضرت بحر العلوم] اپنے شاگردوں پر کس قدر شفقت و مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ آج سے تقریباً 25 سال قبل مدرسہ شمس العلوم گھوسی کے ایک جلسے میں اراکین ادارہ نے مجھے مدعو کیا۔

میرے علاوہ اور بھی خطبا و شعرا شریک اجلاس تھے۔ ہر ایک کو ناظم جلسہ دعوت سخن دیتے رہے اور جب میری باری آئی تو حضور بحر العلوم خود مائک پر تشریف لے گئے، بڑی محبتوں اور توصیفی جملوں سے نوازتے رہے میں اندر ہی اندر اپنی کم مائیگی پر لجا تا رہا مگر یہ بڑوں کی بات ہے۔ واقعی جو بڑے ہوتے ہیں اپنے چھوٹوں سے یوں ہی پیار اور محبت سے پیش آتے ہیں۔ حضرت کے وہ محبت بھرے جملے یقیناً میرے روشن مستقبل کے لیے منارۂ نور ثابت ہوئے۔"

حضرت علامہ ابوالحقانی بریلی شریف میں حضرت بحر العلوم کی نوازش پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"2011ء میں عرس رضوی کے موقع سے نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ شاہ منان رضاخاں صاحب قبلہ منانی میاں کے مدرسہ نوریہ رضویہ میں حضرت بحر العلوم اسٹیج پر جلوہ بار تھے، جب نقیب اجلاس نے میرا اعلان کیا تو میں نے عرض کیا: حضور دعا فرمادیں۔ حضرت نے فرمایا: میاں! یہ میری ہی دعا کا تو اثر ہے کہ ملک اور بیرون ملک لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکے ہو اور جہاں جس اسٹیج پر پہنچ جاتے ہو کامیابی کی ضمانت بن جاتے ہو۔ پھر مزاحاً ارشاد فرمایا: تقریر کا صدقہ دیا کرو۔ میں نے عرض کیا: حضور تقریر کا صدقہ کیا ہوگا؟ تو فرمانے لگے کبھی کبھی نذرانہ کم لیا کرو۔

بنگلور کے ایک دورہ میں تقریباً میری ساٹھ تقریریں ہوئیں۔ کسی نے فون پر حضور بحر العلوم کو بتایا کہ مولانا ابوالحقانی صاحب کا پورے شہر میں بڑا کامیاب خطاب ہو رہا ہے مجمع کنٹرول سے باہر ہے، سامعین کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ہجوم قابل دیدنی ہے تو حضرت نے فرمایا میاں تقریر تم کرناٹک میں کر رہے ہو اور تمھاری خطابت کی خوشبو مجھے گھوسی میں مل رہی ہے۔" [بحر العلوم نمبر، ص:472]

ہماری شناسائی اور ملاقاتیں:

جہاں تک ہمیں یاد ہے کہ آپ سے شناسائی تو عرصہ دراز سے ہے۔ جن مجلسوں، کانفرنسوں اور اعراس میں ملاقاتیں ہوئیں ان کی تعداد بھی کثیر ہے۔ متعدّد بار حضور حافظ ملت قدس سرہ العزیز کے عرس مبارک میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی قدس سرہ کے اعراس کے مواقع پر بریلی شریف میں آپ کے خطابات بھی سماعت کیے، سامعین اور حاضرین کو اپنے محدثانہ خطابات سے حد درجہ مسرور کیا، اعلیٰ حضرت کے نعتیہ اشعار اور وہ بھی احادیث کی تشریحات کے لیے، علما و مشائخ کے دل و دماغ کو باغ باغ فرما دیا۔ مجمع پر تو ایسا کنٹرول کرتے تھے کہ شاید سامعین سانس لینا بھی بھول جاتے تھے۔

بھیلی بازار مبارک پور میں سالانہ تاریخی اجلاس ہوتا ہے دراصل یہ پروگرام جشن عید میلاد النبی ﷺ، یاد غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور عرس امام الاولیا سریا شریف کی مناسبت سے ہوتا ہے۔ خانقاہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ، سریا شریف، ضلع اعظم گڑھ، یوپی اسی پروگرام کی مکمل سرپرستی فرماتی ہے۔ صاحب عرس امام الاولیا حضرت علامہ سید شاہ محمد قاسم میاں قادری نقشبندی قدس سرہ حسن اتفاق جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے نامور فاضل اور حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کے شاگرد رشید ہیں۔ آپ کے متعدّد صاحب زادگان ہیں۔ پہلی اہلیہ سے دو بزرگ فاضل جلیل ہیں پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ حامد حسن قادری جیلانی دامت برکاتھم العالیہ، یہی بزرگ اپنے والد ماجد کے جانشین ہیں اور مبارک پور سالانہ عرس کی صدارت فرماتے ہیں۔ اور دوسرے بزرگ ہمارے ہم جماعت صاحب فیض بزرگ حضرت علامہ سید محمد اشرف قادری جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ ہیں۔ موصوف پہلے دار العلوم محمدیہ ممبئی میں معتبر استاذ تھے بعد میں باؤلا مسجد ممبئی کے خطیب و امام اور کل ہند شیخ طریقت ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسین ابوالحقانی علیہ الرحمہ کو یہی بزرگ مدعو فرماتے تھے۔ یہ پورا خانوادہ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ سے حد درجہ محبت فرماتا ہے اور بھیلی بازار کے نقشبندی حضرات بھی بے پناہ نوازش فرماتے ہیں۔ ہماری معلومات کے مطابق دو بار حضرت مولانا ابوالحقانی علیہ الرحمہ بحیثیت خصوصی خطیب مدعو ہوئے اور حسب عادت جان دار اور شان دار خطابات فرمائے۔

جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرامپور تو حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ کی زیر صدارت تھا، حضور حافظ ملت کے وصال کے بعد آپ کے لختِ جگر حضور عزیز ملت دامت برکاتھم العالیہ کی زیر صدارت ہے۔ اس ادارے کے جلسوں اور کانفرنسوں میں متعدّد بار حاضری کا

ہم نے شرف حاصل کیا ہے۔ چند برس پہلے اسی ادارے کے جشن میں حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمہ بھی مدعو تھے اور حسن اتفاق ہم دونوں کا قیام بھی ایک ہی مقام پر تھا۔ پروگرام میں لگ بھگ بارہ بجے ہم دونوں کو بلایا گیا پہلے ہم نے قرآن و حدیث کی روشنی میں کچھ باتیں پیش کیں اور آخر میں آپ نے احادیث نبویہ کے دریا بہاتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے اشعار کی خوشبوؤں سے معطر کیا اور اسٹیج سے سامعین تک سب کو سرشار فرمادیا۔

باڑا ہندو راؤ دہلی میں حضرت قاضی اہل سنت مفتی اعظم دہلی محمد میاں ثمر دہلوی سجادہ نشیں خانقاہ مسعودیہ مظہریہ مسجد شاہی فتح پوری، دہلی نور اللہ مرقدہ ایک عظیم صوفی صفت بزرگ تھے۔ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ سے حد درجہ محبت فرماتے تھے، روحانی علاج میں کم از کم ہماری نگاہ میں ان جیسا تقویٰ شعار دہلی کی سرزمین پر کوئی دوسرا نہیں تھا، اگر انھیں معلوم ہو جاتا کہ ہم دہلی پہنچے ہوئے ہیں تو وہ فون کرتے یا کسی خادم کو حکم دیتے اور کھانے کے لیے حکم فرماتے، ہم نے متعدد بار ان کے در دولت پر ناشتے اور کھانا کھانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ حضرت قاضی اہل سنت شاہی جامع مسجد دہلی اتری گیٹ کے سامنے اردو پارک میں عظیم الشان پیمانے پر "عرس مجددین" کا انعقاد فرماتے تھے مجددین سے مراد یہ دو عظیم مجدد تھے، پہلی شخصیت امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس سرہ [وصال: 28 صفر 1034ھ/ 15 دسمبر 1624ء] دوسری اہم شخصیت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ [وصال: 25 صفر 1340ھ/ 1921ء] اس عرس میں متعدد بار خطابات کرنے کا ہم نے شرف حاصل کیا ہے۔ اس اہم پروگرام میں متعدد بار حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمہ بھی مدعو تھے۔ ایک بار ربیع الاول شریف کے موقع پر بھی ہم دونوں مدعو تھے۔ اس موقع پر حضرت علامہ ابو الحقانی سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ آپ نے بہار کی ایک بڑی کانفرنس کا واقعہ سنایا انھوں نے نام لے کر ایک دوسرے خطیب کا ذکر فرمایا در اصل وہ حضرت بھی اپنے خطابات میں احادیث نبویہ پڑھتے ہیں آپ نے ان کا ادب سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سے پہلے ہمارا خطاب ہوا ہم جانتے تھے کہ موصوف فلاں حدیث پڑھتے ہیں مگر ہم نے پہلے ہی اس حدیث شریف کو پڑھ دیا اس کے بعد ان بزرگ نے حضرت علامہ ابو الحقانی سے اظہار مسرت فرماتے ہوئے کچھ ارشاد فرمایا جس کا ذکر اس تحریر میں مناسب نہیں۔

ایک بار محرم الحرام کے موقع پر ممبئی میں شرف ملاقات حاصل ہوا اس وقت ہم شہزادۂ حضور حافظ ملت قاری عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ، اور معروف شاعر واصف عزیزی بھوجپوری علیہ الرحمہ کی معیت میں تھے۔ ملاقات کے وقت حضرت واصف عزیزی نے حضرت مولانا ابو الحقانی علیہ الرحمہ سے حضرت قاری صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت فرمایا: آپ انھیں جانتے ہیں؟ حضرت علامہ ابو الحقانی علیہ الرحمہ نے فرمایا: انھیں کون نہیں جانے گا ان کے والد گرامی حضور حافظ ملت قدس سرہ کے فیوض و برکات سے ہمارا پورا وجود سرشار ہے۔ اس کے بعد دیر تک آپ سے گفتگو ہوئی، آپ سے ممبئی میں متعدد بار ملاقاتیں ہوئیں۔ اور بھی ملک کے مختلف خطوں میں کثیر پروگراموں میں آپ سے شرف نیاز حاصل ہوتا رہا۔

تعلیمی، تبلیغی اور تعمیری کارگزاریاں:

(1)- آبائی گاؤں لوکہا میں دار العلوم رضائے مصطفےٰ قائم کیا۔

(2)- دربھنگہ میں بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے جامعہ فاطمۃ الزہرا قائم فرمایا۔ یہ طالبات کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے بہت مفید ادارہ ہے۔ اس سے کثیر بچیوں نے تعلیم و تربیت حاصل کی ہے۔ آپ اس ادارے کے بانی اور سربراہ اعلیٰ تھے، جب کہ آپ کے بڑے فرزند ارجمند محب مکرم حضرت مولانا مفتی محمد تحسین رضا مصباحی دام ظلہ العالی اس کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

(3)- آر ایس ایس میموریل ہاسپیٹل بنوایا، اس ہاسپیٹل نے بھی قوم کے معالجات میں بڑی آسانیاں پیدا کیں۔

اور کمشنری سطح کی تنظیم جمعیۃ العلما کی بنیاد ڈالی۔ ان اداروں اور تحریکوں سے یادگار کارنامے انجام دیے، تنظیم کے افتتاح کے موقع پر 8 مارچ 2000ء کو دربھنگہ کے ایک وسیع میدان میں امام احمد رضا عالمی کانفرنس کی، اس میں ۱۵؍ بچیوں کی شادیاں فرمائیں اور ہر بچی کو پندرہ پندرہ ہزار روپے بطور تحفہ پیش کیے گئے، دوسری دو روزہ کانفرنس میں ایک شب خواتین کا جلسہ تھا جس سے خواتین میں علمی اور اصلاحی بیداری آئی۔

آپ نے اپنے علاقے میں متعدد مساجد اور مدارس تعمیر کرائے، جب کہ ملک بھر میں کثیر مدارس کے سرپرست تھے۔

قلمی خدمات:

حضرت مولانا محمد حسین صدیقی ابو الحقانی علیہ الرحمہ کی شہرت و

مقبولیت ان کے معلومات افزا خطابات کی وجہ سے ہے۔ ہم اس وقت آپ کی تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری کے حوالے سے کچھ گفتگو کریں گے۔

آپ کے قلم میں متانت و سنجیدگی ہے۔ عام طور پر قرآن عظیم اور احادیث نبویہ سے استناد فرماتے ہیں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتابوں سے بھر پور استفادہ فرماتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ کو امامِ شعر وادب اعلیٰ حضرت کی حدائق بخشش تو لگتا ہے، آدھی سے زیادہ زبانی یاد تھی۔ وجہ یہ ہے کہ حدائق بخشش اردو نعت کا سب سے عظیم شاہ کار ہے۔ ایک عظیم مجد د جب لکھتا ہے تو اس کے دل و دماغ میں قرآن عظیم اور احادیث نبویہ کے ذخائر ہوتے ہیں۔ نعت اصطلاحی طور پر "ذکرِ رسول ﷺ" کا نام ہے۔ تعریف کی پیچیدگی سے اعتراضات و جوابات کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس تعریف میں ذات وصفات کا ہر گوشہ شامل ہے اور اس میں معاندین مصطفےٰ ﷺ کی تردیدات بھی شامل ہیں۔ مگر ہزار کد و کاوش کے باوجود بھی کوئی نعت نگار ذات وصفات کے ابتدائی درجے میں بھی نہیں پہنچ پایا۔ اسی لیے ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ نے نعت نگاری میں اپنی کوتاہ فکری کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نعت گوئی کے تاج دار امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی اتنا فرما کر ہی "ختم سخن" کر دیا۔

لیکن رضاؔ نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

ہم نے آپ کی حسب ذیل کتابوں کے بارے میں پڑھا ہے:

(1)-خطباتِ ابوالحقانی۔

(2)-حاظر و ناظر۔

ان دونوں کتابوں کا طرزِ نگارش یہ ہے کہ قرآنی آیات، اس کے بعد احادیثِ نبویہ اور گاہے بگاہے حسبِ ضرورت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اشعار۔ آپ دونوں کتابوں کا مطالعہ فرمائیں، آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت کی نگاہ میں موضوعات کی مناسبت سے قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ رہتی تھیں، اسی لیے بروقت دونوں کو نوٹ فرما دیتے تھے اور نہ صرف یہ، نوٹ فرما دیتے تھے بلکہ موضوع کی تائید میں توضیح و تشریح بھی بھر پور فرما دیتے تھے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ آیات و احادیث کے مطابق حدائق بخشش سے اشعار بھی نقل فرما دیتے تھے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، آپ نے محنت سے قرآن اور احادیث کا مطالعہ فرمایا تھا اور نہ صرف یہ کہ مطالعہ فرمایا تھا بلکہ کثیر آیات اور سیکڑوں احادیث آپ کو ازبر تھیں، اسی طرح امام احمد رضا قدس سرہ، علامہ حسن رضا بریلوی اور حضور مفتیِ اعظم ہند کے کثیر اشعار بھی آپ کو حفظ تھے۔

(3)-دینے والا ہے سچا ہمارا نبی۔

اس کتاب میں آپ نے حضور ﷺ کے جود و سخا کو قرآن اور احادیث کے دلائل سے ثابت کیا ہے صحابۂ کرام اور اولیاے عظام کے عقائد و معمولات سے بھی مبرہن فرمایا ہے، آپ نے واقعات و شواہد سے آپ ﷺ کا سخی اور فیض رساں ہونا ثابت فرمایا ہے۔

(4)-ضیاے حدیث۔

یہ زریں کتاب چالیس احادیث قدسیہ پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی گراں قدر، مختلف اور مفید عنوانات ہیں۔ عشق و عقیدت سے لبریز آپ کی توضیحات ہیں، موضوعات کی مناسبت سے اشعار بھی خوب ہیں، بفضلہ تعالیٰ آپ کی یہ کتاب بھی خوب مقبول ہوئی

(5)-حق کی تلوار۔

اس میں آپ نے باطل فرقوں کی بیخ کنی فرمائی ہے اور حق یہ ہے کہ موضوع کا حق ادا فرما دیا ہے۔

(6)-جنتی کون؟

اس تصنیف میں آپ نے وہابیہ اور دیابنہ کے عقائد و معمولات کا بطلان کیا ہے۔ یہ در اصل موڈ بیدری کوئے باگل کے مناظرے کی روداد ہے، آپ نے مناظرے میں جن موضوعات پر باطل پرستوں کو شکست فاش دی تھی، انھیں مباحث کو عوام کے فائدے کے لیے مرتب فرما دیا ہے۔

(7)-صدقات:

یہ کتاب صدقات کے فضائل پر ہے، ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ "صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو ٹالتا ہے"۔ اسی طرح آپ نے اس میں دیگر احادیث نقل فرما کر معلومات افزا گفتگو فرمائی ہے۔

(8)-زیارات:

اس کتاب میں عراق کے بزرگانِ دین میں سے چند کا قدرے

تفصیلی تذکرہ ہے کہ زائرین جن کی زیارت کے لیے متعدد ممالک سے آتے ہیں تو ٹور والے بزرگوں کے حالات سے واقف نہیں ہوتے، وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ کا مزار ہے جو کہ پہلے سے ہی لکھا ہوتا ہے اس کتاب کے مطالعے سے زائرین صاحبِ مزار کے احوال وحیات، ان کی دینی اور تبلیغی خدمات سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔ اور زائرین کو دین وسنیت پر قائم رہنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

(9)-اربعین حقانی عن روایات البخاری۔

2020 کے لاک ڈاؤن اور کرونا کی وبا کے دوران آپ نے اسے مرتب فرمایا۔ یہ ضخیم اور اہم کتاب پریس جا چکی تھی، اس میں چالیس احادیث اصح الکتاب بعد کتاب اللہ جامع صحیح بخاری سے منقول ہیں۔ اس میں مختلف عنوانات ہیں۔ بلا شبہہ آپ نے ان چالیس احادیث کی توضیح اور تشریح کے لیے احادیث نبویہ کے بیس دیگر متون سے بھی لگ بھگ دو سو احادیث نقل فرمائی ہیں۔ مقامِ افسوس یہ ہے کہ ابھی یہ کتاب پریس سے شائع ہو کر نہیں آسکی، اسی دوران آپ بارگاہِ الٰہی میں بلا لیے گئے، گویا کہ یہ تشریحات احادیث پر انعام الٰہی ہے۔

آپ نے عنوانات میں عصر حاضر کے تقاضوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ اس میں ارشادات رسول ﷺ کی روشنی میں عقائد اور معمولات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بد عقیدوں کی فکری اور عملی اصلاح کی طرف بھی سنجیدہ اور نتیجہ خیز کوشش کی گئی ہے۔ احادیث نبویہ پر مشتمل یہ اہم کتاب علما اور عوام سب کے لیے یکساں مفید ہے۔

باقی تحریروں میں بھی وہ سب کچھ ہے جو ایک بین الاقوامی خطیب، حافظِ احادیث کثیرہ اور باشعور قلم کار سے جس کی توقع کی جا سکتی ہے۔

آپ نے اپنے بہت سے اکابر و مشائخ پر مضامین لکھے اور قلم سے خراجِ عقیدت پیش کیا۔ سرِ دست ہمارے سامنے آپ کے دو وقیع مضامین موجود ہیں۔

حضرت بحر العلوم کے تعلق سے آپ کا گراں قدر تاثر:

واقعہ یہ ہے کہ آپ خطابت ہی میں منفرد نہیں تھے، بلکہ جب قلم لے کر بیٹھتے تو بڑی حد تک نثر نگاری کا بھی حق ادا فرما دیتے تھے۔ جب سال نامہ تجلیاتِ رضا بریلی شریف نے حضرت مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر "بحر العلوم نمبر" نکالا تو آپ نے بھی گراں قدر مضمون تحریر فرمایا۔ اس کا ایک اقتباس ذیل میں پڑھیے:

"کسے خبر تھی کہ ایک غیر معروف خاندان میں آنکھیں کھولنے والا بچہ اوصاف و کمالات کی اتنی شاخوں پر اپنا نشیمن تعمیر کرے گا اور جن کی بارگاہِ علم و فضل میں بڑے بڑے لوگ کشکول تمنا لیے ہاتھ باندھے صف میں کھڑے ہوں گے، جہاں سے فقہ و حدیث کا جام چھلکے گا، تہذیب و شعور کا اجالا پھوٹے گا، علم معانی و بلاغت کی کرنیں نمودار ہوں گی، زبان و ادب کے چشمے ابلیں گے اور ایک عالم سیرابی حاصل کرے گا۔ پورے برصغیر میں آپ انفرادی شان کے مالک تھے، علم حدیث پڑھائیں تو حضرت امام بخاری و مسلم کی بابرکت محفل یاد آنے لگے، علم کلام اور منطق و فلسفہ کی باریکیاں بیان کریں تو رازی و غزالی کا احساس جاگ اٹھے، فقہ پر گفتگو کریں تو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے تفقہ کا وقار نگاہوں میں چھا جائے اور جب کرسیِ خطابت پر رونق افروز ہوں تو قرآن و حدیث سے آراستہ تقریر کے نور سے پورا پنڈال روشن ہو جائے، درس گاہ کے جملہ فنون پر پوری دستگاہ رکھتے تھے، کسی بھی فن کی کتاب ہو اور ادق سے ادق مسائل ہوں، بڑی آسانی کے ساتھ نفس مسئلہ کو طلبہ کے ذہن میں اتار دیتے۔ مدتوں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے شیخ الجامعہ اور رئیس الاساتذہ کے عہدہ کو زینت بخشی اور تقریباً 25-26 سالوں تک مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں بھی شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور پوری زندگی انسانی سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر کرتے رہے۔"

[بحر العلوم، ص:471]

(2)-صدر العلما علم و عمل کا آفتاب:

مظہرِ مفتیِ اعظم صدر العلما حضرت علامہ شاہ تحسین رضا خاں قادری برکاتی رضوی محدث بریلوی قدس سرہ العزیز شہید 18 رجب المرجب 1428ھ مطابق 3/اگست 2003ء۔

آپ کی شخصیت و خدمات پر 640 صفحات کا تجلیات رضا بریلی شریف نے "صدر العلما محدث بریلوی نمبر" شائع کیا۔ اس یادگار سال نامہ کے مدیرِ اعلیٰ ہیں مصنفِ کتبِ کثیرہ حضرت علامہ محمد حنیف خاں رضوی دامت برکاتہم العالیہ۔ اس خصوصی نمبر میں حضرت مولانا محمد حسین صدیقی مصباحی ابو الحقانی علیہ الرحمہ نے بھی ایک گراں قدر مضمون رقم

فرمایا تھا۔ دو صفحات پر مشتمل اس تحریر میں ہمارے حضرت نے بہت کچھ رقم فرمادیا ہے۔ موضوع ہے: "صدر العلما علم و عمل کا آفتاب"۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہر خاص و عام برابر تھے۔ کسب فیض کی آزادی یکساں سبھوں کو حاصل تھی، اس کے لیے امیری، غریبی کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی تھی۔ جس طرح دولت مندوں سے ملتے تھے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خندہ پیشانی سے آپ غریبوں کی تسکین کا سامان فراہم کرتے تھے، امیروں کے لیے آپ کے یہاں کوئی خصوصی رعایت یا امتیاز نہیں پایا جاتا تھا۔ قرب و بعد کے علما و طالبان علوم اسلامیہ، ائمۂ اکرام و حفاظ قرآن کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ ان کے مسائل کو بڑی توجہ سے سنتے تھے اور نزاعی مسائل بڑی خوبی سے جواب شافی کے ذریعہ فی البدیہہ اس انداز میں حل فرماتے کہ سبھوں کو اطمینان حاصل ہو جاتا۔ بندگان خدا کی خدمت کے لیے ان کی حاجات و ضروریات کی خاطر ہمیشہ فی سبیل اللہ حاضر رہتے۔"

حضور صدر العلما بلاشبہہ محدث بریلوی، عارف باللہ اور ولیِ کامل تھے۔ تصوف کے بنیادی مآخذ، قرآن عظیم اور احادیث نبویہ میں ان دونوں سرچشموں پر آپ کی بھرپور نظر تھی، بلکہ ان دونوں کو زندگی بھر آپ درس گاہوں میں پڑھاتے رہے۔ تصوف میں چھوٹے بڑے، امیر غریب کا کوئی فرق نہیں ہوتا، ہاں دینی علوم کے ماہرین کو آپ دولت مندوں پر فوقیت دیتے تھے اور یہ چیز عند الشرع قرآن و احادیث کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ یہ تمام اوصاف و کمالات صرف کتابیں پڑھنے سے نہیں بلکہ صوفیاے کرام کی خدمت اور سچی محبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ بلاشبہہ آپ اعلیٰ علمی اور صوفی خاندان کے فرد فرید تھے۔ حضور مفتیِ اعظم ہند نور اللہ مرقدہ سے بہت کچھ حاصل کیا۔

آپ مزید تحریر فرماتے ہیں:

"دعا یا تعویذ پر کوئی اجرت نہیں لیتے تھے۔ اس معاملہ میں اپنے اسلاف خصوصًا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سختی کے ساتھ پیروی کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں اور تعویذات میں اثر عطا کیا تھا کہ جس کو دے دیتے وہ شفایاب ہو جاتا، جس پر ایک نظر ڈال دیتے اس کے دل کی دنیا بدل جاتی۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا"

دعا اور تعویذ میں تاثیر پیدا کرنے کے لیے ایک کامل معوذ کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہونا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرص و ہوس اور شہرت و دولت سے بڑی حد تک بے نیاز فرما دیا تھا۔ اس لیے آپ کی دعا اور تعویذ میں پروردگار نے اثرانگیزی پیدا فرما دی تھی۔

تجہیز و تکفین:

آپ ایک جامع صفات شخصیت تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ملک اور بیرون ملک کامیابیوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا وصال پر ملال 23 محرم الحرام 1442ھ /12 ستمبر 2020ء کو ہوا۔ آپ کثیر ممالک میں مشہور تھے۔ وصال کی خبر سے غم و اندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ ہم نے بھی کلماتِ استرجاع پڑھ کر ان کے لیے دعاے مغفرت کی۔ آپ کے پانچ فرزند ہیں۔ محبِ گرامی مولانا مفتی تحسین رضا مصباحی دام ظلہ العالی ناظمِ اعلیٰ جامعہ فاطمہ زہرا دونار چوک، دربھنگہ، بہار۔ جناب محمد ریحان رضا، جناب محمد فیضان رضا، جناب محمد عادل رضا، جناب محمد واقف رضا اور ایک صاحب زادی ہیں۔ 13 ستمبر 2020 کو فاضلِ اشرفیہ حضرت مولانا مفتی محمد تحسین رضا مصباحی دام ظلہ العالی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، جنازے میں حدِ نظر مجمع تھا، جنازے کے ہجوم میں نعتیں پڑھی جا رہی تھیں، تکبیر و رسالت کے نعرے لگ رہے تھے اور کلماتِ طیبات کا ورد جاری تھا۔ انتہائی غم و افسوس کے ساتھ بہار کے ضلع مدھوبنی میں واقع ان کے آبائی گاؤں لوکہا میں سپردِ خاک کیا گیا۔ یہ آخری لمحات ان کے چاہنے والوں کے لیے بڑے حساس اور نازک تھے۔ دعا ہے مولا تعالیٰ آپ کی خوب خوب مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے، فرزند ارجمند مولانا مفتی محمد تحسین رضا مصباحی دام ظلہ العالی، دیگر صاحب زادگان، متعلقین اور معتقدین کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرمائے، آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیه الصلوٰة والتسلیم.

☆☆☆☆☆

آہ! مولانا محفوظ الرحمٰن رضوی علیہ الرحمۃ

از: سید صابر حسین شاہ بخاری

2020 کا سال عالم اسلام کے لیے کوہ غم بن کر سامنے آیا۔ دیگر مصائب و آلام کے علاوہ ہمارے نامور اہل علم و قلم کی کثیر تعداد ہمیں چھوڑ کر عالم جاوداں کی جانب کوچ کر گئی ہے۔ ہمارا چمنستان علم و عرفاں ویراں ہو رہا ہے۔ بزم علم و ادب کی رونقیں ماند پڑ گئی ہیں۔ ہمارے وہ علما و مشائخ جو ان دنوں کاروان آخرت کے ساتھ جا ملے ہیں۔ ان میں ایک نمایاں نام میرے ممدوح مشفق و مہربان حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بھی ہے۔ مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک کی تحصیل حضرو کے مشہور گاؤں برہ زئی کے قبیلہ پٹھان موسیٰ زئی کے ایک اہم فرد فضل الرحمن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں 1950ء میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کا نام "محفوظ الرحمن" تجویز ہوا۔ لیکن اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حسنِ عقیدت کی بنا پر آپ اپنے نام کے ساتھ "رضوی" لکھنے کا التزام فرماتے تھے۔ یوں آپ کو "مولانا محفوظ الرحمن رضوی" کے نام سے شہرت عام حاصل ہوئی۔ آپ کا خانوادہ علم و عرفاں کے حوالے سے اپنے عہد میں مشہور و معروف تھا۔ آپ سے پہلے آپ کے خانوادے میں جو علما و مشائخ گزرے ہیں ان میں فقیہ ملت مولانا سعد اللہ خان (مفتی و مرید خاص مانکی شریف)، غوث وقت پیر صفی اللہ بابا جی (خلیفۂ مجاز و شرف امامت جنازہ مرشد مانکی شریف)، عالم اجل مولانا غلام بابا جی، مجاہد ملت مولانا غلام سرور (آپ کی والدہ ماجدہ کے ماموں) اور مولانا عنایت اللہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی نہایت نمایاں ہیں۔ آپ کے خانوادے کے وہ علما و مشائخ جن کی زیارت و فیض سے آپ مشرف ہوئے ان میں عالم جلیل مولانا گل اکرام، عالم بے بدل مولانا عبدالمنان، سند المدرسین مولانا عبدالرزاق (سابق مدرس جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف) مبلغ اسلام مولانا حبیب الرحمن، پیکر اخلاص مولانا عبدالحنان، مرد حق آگاہ مولانا شمس القمر (پروردہ نگاہ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی)، عالم ربانی مولانا عبدالمالک، عالم باعمل مولانا عبدالعزیز، رحمۃ اللہ علیہ علیہم، علامہ پیر عبدالسلام باچا دامت برکاتہم العالیہ، استاذ القرا حافظ محمد شعیب باچا دامت برکاتہم العالیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی دینی و دنیاوی تعلیم اپنے آبائی گاؤں برہ زئی میں حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے جامعہ مفتاح العلوم بن گئی، حضرو، جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راول پنڈی، جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف، جامعہ نظامیہ وزیر آباد، جامعہ اشرف المدارس اوکاڑہ، میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی، دورہ حدیث کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ تنظیم المدارس کی تعلیم کے علاوہ آپ نے ایم اے عربی بھی کیا۔ آپ کے مشاہیر اساتذہ کرام میں علامہ مفتی میاں عبدالحق، مرد مجاہد مولانا عبدالحق بن گئی، شیخ الجامعہ مولانا محب النبی، استاذ العلما مولانا مفتی فیض احمد فیض (خطیب و مفتی مؤلف "مہر منیر")، شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی، شیخ القرآن علامہ غلام علی اوکاڑوی، ، سلطان المدرسین علامہ سید غلام محی الدین شاہ سلطان پوری، پیکر اخلاص ابوالخیر علامہ سید حسین الدین شاہ سلطان پوری، فخر السادات علامہ پروفیسر سید ذاکر حسین شاہ سیالوی، آمین ملت علامہ مفتی محمد امین الحق، فخر المدرسین مولانا عزیر احمد منشی استاد، مفتی عبدالشکور ہزاروی اور عالم بے بدل مولانا عبدالرزاق چشتی رحمۃ اللہ علیہم کے نام شامل ہیں۔ حصول تعلیم اور سند فراغت کے بعد آپ درس و تدریس میں مصروف ہوئے۔ آپ نے جامعہ قادریہ حقانیہ اٹک شہر میں چند ماہ تدریس کے فرائض انجام دیے، گورنمنٹ ہائی سکول حمید، حضرو میں چند ماہ اور گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول اٹک شہر میں 23 سال تک شعبہ عربی میں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ تدریس کے علاوہ آپ خطابت کے بھی بے تاج بادشاہ تھے۔ آپ نے جامع مسجد نور، G-1/7 اسلام آباد میں ایک سال، جامع مسجد احاطہ شیخ فضل الٰہی صدر راول پنڈی میں ایک سال، جامع مسجد الفرقان ڈی بلاک سٹلائیٹ ٹاؤن راول پنڈی میں ایک سال اور جامع مسجد فاروقیہ اٹک شہر میں 47 سال۔ یعنی تقریباً نصف صدی امامت و خطابت کے فرائض نہایت احسن انداز میں سرانجام دیے۔

حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بلا کا حافظہ تھا۔ فقیر کی تحریک پر آپ نے اپنے اُستاذ گرامی شیخ الجامعہ استاذ الکل مولانا محب النبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سماعت کئے گئے چند اہم واقعات

سے پردہ یوں اٹھایا ہے:

ایک دفعہ میرے پڑنانا فقیہ ملت حضرت مولانا سعد اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق شیخ الجامعہ نے ارشاد فرمایا:

"واہ کینٹ کے نزدیک ہمارے علاقہ سموں گڑھی میں نکاح کے کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہو گیا، چند علما ایک طرف تھے جب کہ گاؤں کے ایک جید اور معروف عالم دین کا موقف مختلف تھا۔ باہمی مشاورت سے علاقہ چھچھ سے دو علمی شخصیات محقق دوراں مولانا قطب الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور فقیہ ملت مولانا سعد اللہ خان برہ زئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی بلوایا گیا۔ مباحثہ کی محفل میں فقیہ ملت مولانا سعد اللہ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گاؤں کے مشہور عالم دین سے فرمایا کہ اس فقہی مسئلے کے نزاع کا حل فقہ کی فلاں کتاب میں موجود ہے اور وہی ہمارا بھی موقف ہے، گاؤں کے مشہور عالم دین نے جواباً کہا کہ وہ کتاب تو مجھے زبانی یاد ہے مگر یہ مسئلہ تو میری نظر سے نہیں گزرا۔ فقیہ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کتاب پیش کی جائے، کتاب کا مطلوبہ باب نکالا اور اس کا حاشیہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا، چنانچہ اس عالم دین نے فوراً کہا، اب مسئلہ سمجھ آ گیا، آپ کا موقف ہی درست ہے، چونکہ بحث تحقیق پر مبنی تھی لہذا درست مسئلہ پر متفق ہو کر علاقہ بھر میں اتفاق کی فضا برقرار رہی۔"

علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زمانہ طالب علمی کی یادوں کے دریچوں سے جھانکتے ہوئے فرماتے ہیں: "مجھ سیاہ کار کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ علم تفسیر میں جلالین شریف شعبہ حدیث میں صحاح ستہ کا شرف درس حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقۂ درس سے ملا جن کی معیت میں ایک ایک لمحہ نجات دارین کا حامل ہے۔ دوران درس آپ سے سوال ہوا آپ حضور اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت بھی ہیں اور شاگرد بھی ہیں تو تعلیمی حوالے سے ان کی کوئی کرامت ارشاد فرمائیں یہ سن کر حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "میں حضور اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مشکل کتاب شرح چغمینی یا اقلیدس پڑھ رہا تھا تو ایک روز سبق نہایت مشکل تھا، حضور اعلیٰ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بار بار پڑھانے اور سمجھانے پر سمجھ نہ سکا بالآخر آپ نے ارشاد فرمایا، جاؤ رات کو مطالعہ کرنا۔ آپ کے ارشاد کے مطابق رات کو معمول سے زیادہ دیر مطالعہ کیا مگر بات نہ بنی، علی الصبح کتاب لی اور مسجد کی اس جانب صحن میں داخل ہوا جس طرف حضور اعلیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ مبارک ہے، آپ چند حضرات کے ساتھ حوض کے قریب تشریف فرما تھے، مجھے آتے دیکھ کر گزشتہ کل کے سبق پر تقریر شروع فرما دی، جوں ہی میں نے کتاب کھولی تو فوراً ارشاد فرمایا سمجھ گئے ہو تو میرے دل و دماغ پر ایسا علمی و روحانی اثر ہوا کہ سارا سبق یاد ہو گیا۔ فرمایا اب جاؤ۔ شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید فرمایا کہ کتاب کا کوئی اور سبق تو بھول سکتا ہے لیکن نگاہ مہر علی علیہ الرحمۃ سے پڑھا ہوا سبق آج تک یاد ہے۔"

اسی طرح حضرت شیخ الجامعہ استاذ الکل مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ جلالین شریف پڑھاتے وقت جب سورہ کہف کی آیت مبارکہ "وکلبھم باسط ذراعیه بالوصید" پر پہنچے تو فرمایا: "اصحاب کہف کے کتے نے حفاظت کے لئے پہرہ دیا تو اگر کسی وقت تم پر کوئی عام کتا حملہ آور ہونے لگے تو یہ الفاظ قرآنی پڑھ لینے سے کتے کے حملہ آور اور ایذا رسانی سے حفاظت میں رہو گے۔"

اسی طرح ہمارے چھچھ کے مشہور عالم دین حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ایمان افروز واقعہ بھی حضرت شیخ الجامعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان فیض ترجمان سے سننے کو ملا: "حضرت علامہ مولانا مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دفعہ چند مسائل کی تحقیق و راہ نمائی کے لئے مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنے کتب خانے کی چابی عطا فرما کر مطالعہ کتب اور چند روز قیام کے لیے فرمایا۔ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علامہ مولانا قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تحقیق و راہ نمائی سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ سب مسائل حل ہو گئے ہیں اور امید سے بڑھ کر فیض ملا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ سے تبلیغ دین سے متعلق پوچھا تو حضرت قاضی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے، افریقہ آتا جاتا ہوں، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا، افریقہ میں آپ خود جاتے ہیں یا وہ لوگ آپ کو بلاتے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ اکثر میں خود ہی جاتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اب وہاں خود نہ جانا وہ لوگ آپ کو بلایا کریں گے اور ساتھ ہی اعلیٰ حضرت نے آپ کو ایک خاص وظیفہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا۔ تو حضرت علامہ مفتی قاضی غلام جیلانی شمس آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے دیئے گئے وظیفہ کو میں نے معمول بنا لیا۔۔ چنانچہ گھر پہنچتے ہی افریقہ سے دعوت ناموں کا ایک سیلاب امنڈ آیا اور پھر فیضان اعلیٰ حضرت کی برکت سے باوقار طریقے سے افریقہ آتا جاتا رہا۔"

حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ تدریس اور امامت و خطابت کے علاوہ آپ نے جہاد بالقلم میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ متعدد کتب و اخبارات میں آپ کے مضامین و مقالات کثیرہ شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا گل اکرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں آپ کے لکھے گئے مضامین کو کافی شہرت ملی ہے۔ اللھم زد فزد۔

آپ نے اپنے اساتذہ کرام کی سرپرستی میں ملک میں چلنے والی مختلف تحریکوں میں بھی حصہ لیا ہے۔ 1974ء میں جب تحریک ختم نبوت چلی تو آپ نے اپنے اساتذہ کرام کی قیادت میں راول پنڈی میں مقامی سطح پر ختم نبوت کے

حوالے سے مختلف جلسوں اور جلوسوں میں حصہ لیا اور بھرپور تعاون کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ غالباً مری روڈ پر کلی مسجد میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں پیکر اخلاص ابو الخیر علامہ پیر سید حسین الدین شاہ سلطان پوری دامت برکاتہم العالیہ نے تحفظ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے حوالے سے نہایت مدلل تقریر فرمائی۔ آپ کی اس تقریر کا یہ جملہ آج تک مجھے یاد ہے: ”مرزا کی دکان ہے اور میرے ایمان کا امتحان ہے“۔ اسی طرح تحریک لبیک یا رسول اللہ ﷺ کے زیر اہتمام 2018ء میں ملک میں چلنے والی تحریک میں بھی نمایاں طور پر حصہ لیا۔ آپ نے مختلف مساجد اور مدارس کی سرپرستی اور نگرانی آخری دم تک فرمائی۔ ان میں جامع مسجد فاروقیہ اٹک شہر، جامع مسجد نور اٹک شہر، جامع مسجد رحمانیہ برہ زئی حضرو، جامعہ رحمانیہ ضیاء العلوم اٹک شہر و برہ زئی، جامعہ خدیجہ ضیاء البنات خصوصی طور پر شامل ہیں۔

آپ فکر رضا کے امین تھے، صلح کلیت سے دور اور گستاخوں سے سخت نفور تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں اپنی مثال آپ تھے۔ ساری زندگی سادگی و درویشی میں بسر فرمائی۔ ہمیشہ سفید لباس اور سفید عمامہ زیب تن کئے رکھا۔ نمود و نمائش اور ریاکاری سے سخت نفرت فرماتے تھے۔

13 مارچ 1972ء کو آپ کی ازدواجی کا آغاز ہوا آپ کے ماموں سمیع اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی دختر نیک اختر سے آپ کا عقد مسنون ہوا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نہایت صابرہ اور شاکرہ خاتون ہیں۔ آپ عرصۂ دراز سے گھر میں قائم مدرسہ میں چھوٹے بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم کی ناظرہ تعلیم سے آراستہ فرما رہی ہیں اب تک سینکڑوں طالبات آپ کی شاگردہ ہیں بلکہ محلہ میں شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو جس میں آپ کا فیض نہ پہنچا ہو۔ الحمد للہ۔ پھر طلبہ کے لیے کھانا بھی خود تیار کر کے پیش فرماتی ہیں۔

ان کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحب زادوں اور دو صاحب زادیوں سے نوازا ہے۔ ماشاء اللہ، آپ نے اپنی ساری اولاد کو دینی تعلیم سے سرفراز فرمایا ہے۔ (1) مولانا قاری حافظ اختر زمان، فاضل تنظیم المدارس ایم اے عربی، خطیب جامع مسجد عمر فاروق راول پنڈی (2) مولانا قاری حافظ محمد ثوبان ایم اے عربی و اسلامیات، تنظیم المدارس، فاضل عربی، بی اے، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد (3) مولانا حافظ قاری مولانا محمد احسان فاضل تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور، بی اے۔

ماشاء اللہ آپ کی دونوں صاحب زادیاں بھی حافظہ، عالمہ اور معلمہ ہیں۔ (1) بڑی صاحب زادی نے اپنے والد گرامی سے قرآن کریم مکمل حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور جامعہ ضیاء البنات راول پنڈی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ اب راول پنڈی ہی میں محلہ الہ آباد میں جامع مسجد شاہ صاحب والی کے ساتھ متصل مدرسہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہی ہیں (2) چھوٹی صاحب زادی نے جامعہ ضیاء البنات راول پنڈی سے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر یہاں ہی سے درس نظامی کی بھی تکمیل کی۔ اب اپنے گاؤں ساماں میں اپنے گھر ہی میں طالبات کو قرآنی و سنت کی تعلیم سے آراستہ کر رہی ہیں۔ ماشاء اللہ ان دونوں کی تعلیم و تربیت سے کئی بچیاں عالمہ اور فاضلہ بن کر اپنے ادارے چلا رہی ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل دونوں کے علم و عمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

اللھم زد فزد۔ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے مہربان اور قدردان تھے۔ جب بھی آپ سے ملاقات ہوتی تو اہل سنت کی زبوں حالی پر خون کے آنسو روتے تھے۔ جماعت اہل سنت اٹک کے امیر تھے لیکن سچ پوچھئے تو وہ ہمارے آقا و مولا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے در کے فقیر اور ان کی بارگاہ میں مقبول تھے اپنوں کے لئے نرم و ریشم لیکن گستاخوں کے لئے تیغ مسلول تھے۔ 17 ذی الحجہ 1441ھ / 7 اگست 2020ء، جمعۃ المبارک کی تیاری میں حسب معمول مصروف تھے، احادیث مصطفیٰ ﷺ کے مطالعہ میں منہمک تھے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آ گیا اور تھوڑی دیر بعد داعی اجل کو لبیک فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اسی رات دس بجے آپ کے آبائی گاؤں برہ زئی میں علامہ پیر سید ضیاء الحق شاہ سلطان پوری دامت برکاتہم العالیہ کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازے میں عوام الناس کے علاوہ علما و مشائخ اور سادات کی کثیر تعداد شامل تھی۔ جب آپ کے چہرے کی زیارت کی گئی تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ کے یہ اشعار بے ساختہ میری زباں پر آ گئے:

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاھد کہ وہ فاجر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے طیب و طاہر گیا

آبائی قبرستان برہ زئی میں اپنے خاندان کے بزرگوں کی قبور کے درمیان میں آسودہ خاک ہو گئے۔ آہ ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔ اجلے اجلے لوگ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو رہے ہیں۔ آپ کی وفات حسرت آیات سے ہمارا ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے۔ اس کا ازالہ ناممکنات میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل میرے ممدوح حضرت علامہ مولانا محفوظ الرحمن رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان اور ہم سب کو صبر جمیل اور صبر جمیل پر اجر جزیل عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و ازواجہ و ذریتہ و اولیاء امتہ و علما ملتہ اجمعین

انبساط

تبصرہ نگار: مہتاب پیامی

نام کتاب:	**انبساط**
شاعر:	حسن رضا اطہرؔ
سنہ اشاعت:	2020ء
صفحات:	232 تعداد: پانچ سو (500)
قیمت:	Rs.300
ناشر:	عرشیہ پبلی کیشنز، سوریہ اپارٹمنٹ، دلشاد کالونی، دہلی-95

وہ شاعری جو ہمیں حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی اور سیرت طیبہ سے قریب لائے وہ نعت ہے۔ نعت کی اس تعریف کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ایسے بہت سے اشعار جن میں براہِ راست حضورِ اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف نہ ہو البتہ ان میں اخلاقیات و سماجیات کے اصلاحی مضامین پروئے گئے ہوں وہ سب کی سب نعت ہیں، ایسے اشعار کے ساتھ اگر حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے حوالے اور ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی خوبیوں کا تذکرہ بھی ہو تو وہ نعت، شاہکار کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ اور نعت اصل میں وہی ہے جو محض پیکرِ نبوت کے صوری محاسن کی بجائے مقصدِ نبوت کا بیان کرتی ہوئی نظر آئے، ایسی نعتوں میں ذاتِ سرورِ کائنات سے سچی عقیدت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ نعتیہ اشعار کی معنوی حیثیت اس کی مضمون آفرینی پر مدار رکھتی ہے، مقصدِ رسالت کی عظمت کی وضاحت اور نوعِ انسان کے لیے بعثت کی اہمیت کا تذکرہ جن اشعار میں ہوتا ہے وہی سچی نعت کہلائے جانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

فیس بک وغیرہ پر کبھی کبھار محترم حسن رضا اطہرؔ کے نعتیہ اشعار دیکھنے کو ملتے رہتے تھے، یہ ہماری خوش بختی ہے کہ اس وقت ہمارے سامنے آپ کا نعتیہ مجموعہ ''انبساط'' موجود ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ''انبساط'' میں نعت کے ایسے اشعار کافی تعداد میں موجود ہیں، جن میں مقصدِ رسالت کی بھرپور آگہی موجود ہے، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

شبِ سیاہ کو شرمندگی ہوئی کہ نہیں
وہ آ گئے تو بتا روشنی ہوئی کہ نہیں

تمام موجِ سخاوت رواں دواں ان سے
تمام ان پہ ہی دریا دلی ہوئی کہ نہیں

ٹوٹ کر خود ہی بکھر جائے گا شہروں کا غرور
جوش پر آئے گا جب ان کی گلی کا موسم

جہاں جہاں سے وہ گزرے جدھر جدھر وہ گئے
اسی دیار کی جانب لپک گئی دنیا

سنگ طائف فضا میں اچھلتے ہوئے
مصطفیٰ کا کرم مسکراتا ہو

سب کے کاندھوں کو دی بارِ غم سے نجات
بوجھ تنہا وہ سب کا اٹھاتا ہوا

دشمنوں پر اچھالے گلابِ کرم
راستے کا وہ پتھر ہٹاتا ہوا

آندھیوں کا تعاقب مسلسل مگر
وہ فصیلوں پہ شمعیں جلاتا ہوا

انبساط کے ابتدائی 52 صفحات میں حسن رضا اطہرؔ کی شاعری اور ان کے فن پر بحث کرنے والے جید علما و ادبا کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

سید محمد نور الحسن نور نوّابی عزیزی بانی و صدر دبستان نوابیہ عزیزیہ، قاضی پور شریف۔ سید ابو الحسنات حقی سابق پرنسپل حلیم مسلم ڈگری کالج، کانپور، پروفیسر خالد حسین خاں، سابق صدر شعبۂ اردو میرٹھ یونیورسٹی، میرٹھ، محمد قاسم حبیبی برکاتی، جنرل سکریٹری نعت اکیڈمی، خطیب جامع مسجد شفیع آباد، کانپور، الحاج ناظر صدیقی، جنرل سکریٹری ادبی سنگم، کانپور یاور وارثی عزیزی نوازی، کانپور، محمد میکائیل ضیائی حبیبی بھاگل پوری، صدر نعت اکیڈمی، کانپور۔

پروفیسر خالد حسین خاں کا مضمون ''حسن رضا اطہرؔ کا مجموعۂ نعت

payamee@gmail.com

"انبساط" "پرستارانِ نعت کے لیے سوغاتِ کیف ونشاط" نعتیہ شاعری کی تاریخ، روایات اور عالمی ادب کے تنقیدی نظریات کا مختصر مگر جامع تذکرہ ہے، یہ محض ایک مضمون نہیں بلکہ بلا مبالغہ اسے "انبساط" کا مقدمہ کہا جا سکتا ہے۔ حسن رضا اطہر کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"حسن رضا اطہر نے غزلیہ ڈکشن اور سحر انگیز فارم سے مزین ومملو ایسے ایسے اشعار من میں ڈوب اور جم کر سپردِ تحریر کیے ہیں، نیز نعت کے حوالے سے علمیاتی زمرے اور شعری زاویے میں جو تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور بصیرتوں نے قدیم خیالات کو جس طرح تبدیل کیا ہے اور زبان، خیال، معانی، متن، تہذیب، ثقافت اور دینی معاملات میں جو تازہ کار سچائیاں اور تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں، اطہر کی نظرِ شاہین نے ان کو پرکھ لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتوں میں جدت طرازی اور ندرت کو محسوس کیا جا سکتا ہے۔ حسن رضا اطہر نے اپنی نعتوں میں خوب جھوم جھوم کر اور خوب بوند بوند رحمتوں اور برکتوں کی ساون برسائی ہے، ویسے اردو میں تو اب تک غزلیہ ساون برستا رہا ہے، مزید بر آں! حسن رضا اطہر کے جواں سال تجربے کی آگ اور جذبے کی آنچ سے ان دنوں میدانِ نعت روشن و منور ہے۔ اس کے باوصف، اگرچہ ان کے اکثر شعروں میں ہمیں روایت کی تکرار بھی نظر آتی ہے، لیکن ان میں اعلیٰ تخیل، فصاحت و بلاغت، جوش و جذبہ اور سادگی و پرکاری کا ایسا نمونہ بھی موجود ہے کہ وہ اپنے فن میں کامران نظر آتے ہیں اور ہمیں کہیں ایسا محسوس نہیں ہوتا ہے کہ موصوف صرف روایت کی پاس داری کر رہے ہیں یا طرزِ کہن اپنائے ہوئے ہیں۔" (ص:22-21)

سید ابوالحسنات حقی رقم طراز ہیں:

"فکر کی تازہ کاری ان کی نعتیہ شاعری کی روحِ رواں ہے، تمام اشعار فکر کی جدت اور زبان پر مکمل گرفت کا آئینہ ہیں۔" (ص:10)

ان علمائے ادب نے بلاشبہ سچ کہا ہے۔ نعت کے موضوعات سے عہدہ برآ ہونا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، نعت گوئی کا راستہ انتہائی کٹھن ہے کہا گیا ہے کہ نعت کہنا گویا تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اس پر بڑی احتیاط اور ہوش کے ساتھ قدم رکھنے کی ضرورت ہے اس لیے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے حسن رضا اطہر کی شاعری میں کمالِ احتیاط بھی ہے اور معراجِ ہوش مندی بھی، عشقِ رسالت کی فیروز مندیاں بھی ہیں اور خوفِ الٰہی کی ارجمندیاں بھی۔ آپ کی شاعری میں نعت کے تمام لوازمات کا بھرپور التزام نظر آتا ہے۔ موضوعاتِ عشقِ رسول اور مضامین ذات وصفات رسول ﷺ کا ایک حسین سنگم ان کی نعتیہ شاعری ہے۔ ان کی شاعری میں حضور ﷺ کے سراپا کا ذکرِ جمیل بھی ہے، اور مراتب ومناصب رسالت کا تذکرۂ جلیل بھی۔ "انبساط" کا ورق ورق حضور اقدس ﷺ کے سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی اور آپ کی زندگی کے دیگر تابناک پہلوؤں کے تذکار کا بے نظیر مرقع ہے، اس میں زیارت کی تڑپ بھی ہے اور سلام وفریاد رسانی کی آرزو بھی، اظہارِ اشکِ ندامت بھی ہے اور شفاعت طلبی بھی، مداوائے غم کی فریاد بھی ہے اور دیدار کی خواہش بھی۔ مسجد نبوی میں حاضری اور روضۂ اقدس ﷺ پر درود وسلام پڑھنے کی خواہش کا اظہار بھی نعت کے اہم موضوعات میں شامل ہیں اور مدینے میں دفن ہونے کی خواہش جیسے مضامین بھی ان کی نعت کا موضوع ہیں"۔

نعت کے وسیع تر موضوعات کا ذکر کرتے ہوئے عظیم نعت نگار جناب راجہ رشید محمود لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ کی رسالت تمام انسانیت کے لیے ہے۔ آپ تمام اقوام عالم کے لیے رحمت اور تمام بنی نوع انسان کے لیے محسن بن کر آئے، آپ ﷺ کے فیضان رسالت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ انسان کی ہر منزل ارتقا کے پس منظر میں آپ ﷺ کی شخصیت اور روشن تعلیمات کی کارفرمائی ہے، نعت گو شعراء، آپ ﷺ کی عظمت، کردار، خلق عظیم، اسوہ حسنہ، منشور و شریعت کا مطالعہ اپنی ذات وقوم کے دائرے سے لے کر انسانی اور آفاقی تصورات کی افادیت تک کرتے ہیں۔ اس طرح عصر حاضر کی نعتوں میں آپ ﷺ کا ذکر پیغمبر اسلام کے ساتھ محسن انسانیت کے طور پر بھی کیا جاتا ہے۔ ایک انگریز مصنف MICHAEL HART نے اپنی تصنیف "THE HUNDRED" میں جس میں دنیا کی 100 عظیم شخصیتوں کی تفاصیل درج کی ہیں۔ اس نے محسن انسانیت ﷺ کو دنیا کی سو عظیم شخصیات میں سر فہرست رکھا۔ آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع (مدحت رسول ﷺ) سے پھیل کر دنیا بھر کے مسائل کو محیط کر رہی ہے۔ بقول حفیظ تائب! گزشتہ چند برسوں سے نعت میں اس معیار و معراج انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا رجحان عام ہو رہا ہے اور زندگی کا ہر مسئلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے یوں نعت کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔"

(باقی، ص:54 پر)

منظومات

قومِ مسلم کے لیے خطاب
"خطابیہ"

فضاے دہر میں پھر انقلاب پیدا کر — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
شکست وریخت نہیں ہے ترے صحیفے میں — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
ہر ایک حرف ہو جس کا صداقتوں کا امیں — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
ترا سفینہ تلاطم کا رخ بدل دے گا — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
نہیں ہے زیب کہ پرواز پست ہو تیری — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
نہ دیکھ غیر کی جانب خودی میں گم ہو جا — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
تیرے نفس سے خزاں میں بہار آتی ہے — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
ہر ایک عہد ہے تیرا، ہر اک زمیں تیری — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
نچوڑ دے رگِ باطل سے قطرۂ خوں کو — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
عمر کی فکر، علی کی سمجھ، بلال کا عشق — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
عطا ہوئی ہے تمھیں حق سے جب جہاں بانی — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
ترا وجود امانت ہے رب کی جانب سے — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
مٹا دے صفحۂ ہستی سے جہل کی ظلمت — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر
ترے لہو میں ہے شامل حجازیوں کا اثر — نئی زمین نیا آفتاب پیدا کر

زمانہ اپنی روش سے نہ باز آئے گا
قمرؔ رگوں میں لہو بھر، نہ خواب پیدا کر

از: مفتی محمد قمر الحسن قمرؔ بستوی
ہوسٹن، ٹیکساس، امریکہ

حافظ محمد قمرالدین رضوی

آہ وہ دردِ جگر سوزِ نہاں چھوڑ گئے
چشمِ احباب میں وہ اشکِ رواں چھوڑ گئے
رحم و اخلاص و مروت کی ضیا قمرالدین
اپنے کردار کا اک نقشِ عیاں چھوڑ گئے
کر کے وہ نشر واشاعت کے ذریعہ خدمت
باغِ ملت کے لیے نہرِ رواں چھوڑ گئے
جگمگائیں گی قمر جیسی اب ان کی خدمات
سنیت میں وہ نئی تاب وتواں چھوڑ گئے
یا خدا بہرِ نبی ان کو عطا ہو فردوس
عشق کا وہ چمنِ فیضِ رساں چھوڑ گئے
ان کے سب چاہنے والوں کو ملے صبرِ جمیل
رنج و اندوہ کا وہ بارِ گراں چھوڑ گئے
اے فریدیؔ ہو سدا فضلِ الٰہی ان پر
اپنے پیچھے وہ محبت کے نشاں چھوڑ گئے

☆☆☆☆☆

از: سلمان رضا فریدیؔ صدیقی مصباحی
مسقط، عمان

چند اہم شخصیات کے وصال پر ملال

از: مبارک حسین مصباحی

[1]- پیر طریقت حضرت سید شاہ عتیق علیہ الرحمہ کا 16/صفر 1442ھ/5 اکتوبر 2020ء بعدو کر متصل فیض آباد ضلع ایودھیا میں وصال ہو گیا۔ آپ کی نماز جنازہ ظہر کی نماز کے بعد ادا کی گئی۔ بصد و غم انھیں سپرد خاک کیا گیا دعا ہے مولی تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ پسماندگان اور متعلقین کو اجر وصبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[2]- مرجع العلما حضرت مولانا شہید اللہ اشرفی گوپال گنجوی علیہ الرحمہ کا 14 صفر 1442ھ/3 اکتوبر 2020ء کو وصال ہو گیا، سخت غم ہوا اللہ تعالیٰ آپ علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے، اہل خانہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

[3]- حضرت مولانا محمد قمر الدین مصباحی صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت فیض الرسول سمربنا، پوسٹ اسکا بازار ضلع سدھارتھ نگر کا 5/صفر 1442ھ/ 24 ستمبر 2020ء کو وصال ہو گیا۔ سخت افسوس ہوا کلمات استرجاع دہرائے اور ان کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان اہل خانہ اور تلامذہ کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔

[4]- جناب حافظ محمد فیضان رضا قادری سلمہ کا انتقال پر ملال ہو گیا۔ خبر پڑھ کر شدید غم ہوا انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور انھیں ایصال ثواب کیا۔ مرحوم نیک سیرت، پاکیزہ مزاج اور ملنسار تھے۔ گذشتہ برس 2019ء میں آپ کی شعبۂ حفظ سے فراغت ہوئی تھی، اس کے بعد کپڑے کی دوکان پر وقت دیتے تھے آپ کے والد ماجد ماشاء اللہ تعالیٰ نیک سیرت اور بلند اخلاق ہیں۔ یہ والد ماجد کی نیکی کا جذبہ ہی تھا کہ آپ کو حافظ قرآن بنایا۔ چند دن علالت کے بعد 21 صفر 1442ھ/10 اکتوبر 2020ء کو وصال پر ملال ہو گیا، والد گرامی جناب جمن قادری صاحب اور اہل خانہ سخت غمگین ہیں۔ مرحوم حافظ محمد فیضان قادری سلمہٗ کی اسی شب ساڑھے دس بجے نماز جنازہ ہوئی اور ان کے آبائی قبرستان گدیا فارم بارہ بنکی میں دفن کر دیا گیا۔ ہم دعا گو ہیں مولی تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اہل خانہ، متعلقین اور اساتذہ کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

[5]- حضرت مولانا محمد ابراہیم خاں مصباحی علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال: حضرت مولانا محمد ابراہیم خاں مصباحی علیہ الرحمہ چند روز قبل ایک سڑک حادثے میں شدید زخمی ہو گئے تھے گورکھپور کے ایک پرائیویٹ ہاسپٹل میں زیر علاج تھے۔ سر میں چوٹ زیادہ تھی اس لیے آپریشن بھی ہوا تھا مگر صحت مقدر نہیں تھی اس لیے 9:30 بجے، 11 اکتوبر 2020ء کو وصال پر ملال ہو گیا، بذریعہ ایمبولنس آپ آپ آبائی وطن گاؤں گبرڑواں لایا گیا اور 12/اکتوبر 2020ء کو ساڑھے دس بجے دن آپ کی نماز جنازہ مولانا معین الدین قادری پرنسپل جامعہ رضویہ نور العلوم مہراج گنج کی اقتدا میں ادا کی گئی، جس میں سیکڑوں علما اور ہزاروں افراد نے شرکت کی، آپ کی تدفین اہل سنت کے بزرگ صوفی سید ظہور عالم میاں کے مزار اقدس کے پہلو میں ہوئی۔

مولانا باصلاحیت مصباحی فاضل تھے، بلند اخلاق اور باصلاحیت تھے وہ صرف ایک کامیاب استاذ ہی نہیں تھے بلکہ فکر و تدبر میں بھی اعلی صلاحیت رکھتے تھے۔ خاص بات یہ تھی کہ آپ ایک مقبول صاحب قلم بھی تھے مضامین اور کتابیں خوب لکھتے تھے۔ آپ کی حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

(1) مرویات علویہ (2) کرونا وائرس اور تعلیمات نبوی

ان کے علاوہ بھی متعدد غیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف تھے۔

مولانا گوناگوں اوصاف و کمالات کے حامل تھے آپ فاضل ربانی تھے، اکثر عمامہ شریف زیب سر فرماتے، چہرے کی نورانیت، پیشانی کے جمال اور ناک نقشے کی جاذبیت سے آنکھیں پر نور ہو جاتی تھیں۔ آپ کی دائمی جدائی سے دور دور تک رنج و غم کی لہر دوڑ گئی، سیکڑوں علما اور اہل علم و فضل نے اظہار غم کیا اور اپنی نیکیوں کا ثواب ان کی روح پر فتوح کو ایصال کیا۔ خود ہم بھی ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں مولی

تعالیٰ اپنے حبیب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کے طفیل ان کے صغائر و کبائر کو معاف فرما۔ اپنے خصوصی فضل وکرم سے ان کی مغفرت فرما۔ اہل خانہ، اساتذۂ کرام، احباب اور متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرما۔ آمین یارب العالمی بجاہ نبیک سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

[6]-حضرت حافظ حبیب الرحمٰن نوری کا وصال پرملال:

ہمارے عزیز حضرت مولانا رضوان عالم مصباحی دام ظلہ العالی کے والد ماجد حضرت حافظ حبیب الرحمٰن نوری علیہ الرحمہ کا وصال پرملال ہوگیا۔ خبر پڑھتے ہی کلمات استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے اور چند سورتیں تلاوت کر کے انھیں ایصال ثواب کیا گیا۔ حضرت کی نماز جنازہ 19 صفر 1442ھ/8 اکتوبر 2020ء کو نماز ظہر کے بعد ادا کی گئی۔ آپ جھاڑ بستی، رسیا، کنجریا، اسلام پور، بنگال کے باشندے تھے اس لیے نماز دارالعلوم غوثیہ اہل سنت تقویت الاسلام، پاچھور سیا کے احاطے میں ادا کی گئی۔ اور بصد حسرت وغم انھیں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ سلسلۂ عالیہ نوریہ نقشبندیہ مجددیہ [دربھنگہ] کے قدیم وابستگان میں تھے بڑے معروف اور قابل ذکر تھے۔ آپ کو حضور عالی نور اللہ مرقدہ سے شرف بیعت حاصل تھا آپ اپنے مرشدِ گرامی اور ان کے جانشین اور لختِ جگر حضرت سیدی بابو حضور دام ظلہٗ العالی سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔

حضرت حافظ صاحب علیہ الرحمہ نیک اور صوفیانہ فکر و مزاج رکھتے تھے۔ آپ نے قریب 25 برس تک کرسیانگ ضلع دار جلنگ کی چھوٹی جامع مسجد میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ آپ تقویٰ شعار اور پابند شرع بزرگ تھے۔ ہم دعا کرتے ہیں مولائے کریم توان کو اپنی شان کریمی سے سرفراز فرمادے۔ انھیں اپنے رحم وکرم سے مغفور فرما کر جنت الفردوس میں بلند درجہ عطا فرما۔ اولاد، اہل خانہ اور دیگر پسماندگان کو صبر وشکر کی نعمتوں سے سرفراز فرما۔ ہم اہل خانہ خاص طور پر حضرت مولانا رضوان عالم مصباحی دام ظلہ العالی کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

[7]-محدث شام شیخ سید نور الدین عتر حنفی حلبی

وصال فرما گئے۔ یہ افسوس ناک خبر 23 ستمبر 2020ء کو فیس بک پر پڑھی، سخت غم ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، اللہ تعالیٰ ملک شام کی اس عظیم شخصیت پر اپنا خصوصی فضل وکرم فرما، ان کی نیکیوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرما۔ ان کی خوب خوب مغفرت فرما اور جنت نعیم میں بھرپور بلندیوں سے مالامال فرما۔ پسماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرما۔ آمین۔ ☆☆☆

حضرت مولانا مفتی غلام یٰسین نعیمی مصباحی علیہ الرحمہ

از: **مبارک حسین مصباحی**

محبِ گرامی وقار حضرت مولانا مفتی غلام یٰسین نعیمی مصباحی علیہ الرحمہ 26 اکتوبر 2020 کو اس دنیا سے چل بسے۔ یہ الم ناک خبر پڑھ کر سخت غم ہوا۔ انّا للہ و انّا إلیہ رٰجعون. پڑھا اور چند سورتیں تلاوت کر کے انھیں ایصال ثواب کیا۔ ایک ماہ قبل 25 ستمبر 2020 کو آپ کی اہلیہ محترمہ داغ مفارقت دے گئی تھیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کی خوب خوب مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا نعیمی علیہ الرحمہ سرسی ضلع سنبھل کے قریب ایک گاؤں کے باشندے تھے۔ نیک دل، خوش مزاج اور کم گو تھے، آپ نے جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے اعلیٰ نمبروں سے فضیلت کی سند حاصل فرمائی تھی، اس کے بعد شہرۂ آفاق درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں درجہ فضیلت کے آخری سال میں داخل ہوئے۔ ہمیں بھی آپ کی جماعت میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ یعنی آپ ہمارے ہم جماعت اور ہم فکر تھے، مراد آبادی ہونے کی وجہ سے پڑوسی بھی تھے۔ عہدِ طالب علمی میں بھی ان سے ہماری خوب چھنتی تھی، محبِ گرامی حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی استاذ و مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے آپ ہم سے بھی زیادہ قریب تھے، وجہ یہ تھی کہ حضرت مفتی غلام یٰسین نعیمی علیہ الرحمہ ان کے ادارہ دار العلوم فیض العلوم سرائے ترین سنبھل میں بھی تعلیم حاصل کر چکے تھے۔ دیگر اہلِ خانہ سے بھی گہرے روابط تھے۔

حضرت مولانا نعیمی علیہ الرحمہ برسوں سے جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں استاذ تھے، بعد میں نائب مفتی بھی ہوگئے تھے، طلبہ اور اساتذہ میں ان کی سادگی، فروتنی، کشادہ قلبی اور اعلیٰ صلاحیت کے خوب تذکرے ہوتے تھے، تدریس کا انداز بھی موثر تھا، طالبانِ علومِ نبویہ پورے طور

پر مطمئن رہتے تھے۔ فتویٰ نویسی میں بڑی حد تک دسترس حاصل ہو گئی تھی، ماشاء اللہ تعالیٰ ادق سے ادق مسائل پر لکھتے تو سائل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھتے تھے۔

متعدّد ذرائع سے معلوم ہوا کہ موصوف علیہ الرحمۃ کو اپنی شریکِ حیات کا شدید صدمہ ہوا۔ حضرت مفتی زاہد علی سلامی دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ کھانا وغیرہ تو سکون سے تناول فرما لیتے تھے، اس کے بعد کمرے میں روتے رہتے تھے۔ شوگر کے مریض تھے، علاج بھی چلتا رہا مگر صورتِ حال یہ ہوئی کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آپ کی اولاد بھی کثیر ہے مگر اکثر باصلاحیت حفاظ اور علما ہیں، مختلف مقامات پر درس و تدریس اور امامت و خطابت کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، چند شادی شدہ ہیں باقی چند بچے بھی جوان اور شادی کے لائق ہیں۔ آپ نے محلہ کرولہ مراد آباد میں اپنا مکان حاصل کر لیا تھا۔ آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسی مکان میں رہائش پزیر تھے، ابھی زیرِ علاج تھے کہ اس فانی دنیا کو الوداع فرما گئے۔

آپ کی نمازِ جنازہ گلی نمبر 9، رحمت نگر کرولہ مراد آباد میں ہوئی اور تدفین عید گاہ قبرستان ڈبل پھاٹک مراد آباد میں ہوئی۔

آپ کی جدائی ایک عظیم سانحہ ہے، جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے اساتذہ، طلبہ، راکین، اہلِ خانہ متعلقین اور اعزہ و اقارب شدید صدمے میں ہیں۔ ان کے تذکار اور ان کی دینی خدمات کی مدح سرائی ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو غفار و ستار ہے ان کے صغائر و کبائر معاف فرما۔ اپنے خصوصی فضل و کرم سے ان کی دینی، علمی اور اخلاقی خدمات قبول فرما، جنت الفردوس میں حضرت اور ان کی اہلیہ محترمہ کو اعلیٰ مقام عطا فرما، اولاد امجاد، دیگر اہلِ خانہ، اساتذہ، تلامذہ، احباب اور متعلقین کو صبر و شکر کی توفیق ارزانی فرما۔ آمین۔ بجاہ حبیبک یا رب العالمین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ☆☆

حضرت علامہ الحاج منور حسین عزیزی مصباحی کا انتقال

مرسلہ: **مولانا قاری نور الہدیٰ مصباحی**

ضلع گورکھ پور کے بھٹہٹ بلاک کے تحت موضع آراضی چلبلوا کے مشہور و معروف عالم، دینی، ملی قومی رہ نما حضرت علامہ الحاج منور حسین مصباحی عزیزی نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال پر پورا علاقہ سوگوار ہے، نمازِ جنازہ میں ہزاروں علما و عوام نے شرکت کی، شہزادۂ حافظ ملت حضرت عزیز ملت علامہ شاہ عبد الحفیظ صاحب مصباحی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے نمازِ جنازہ ادا کرائی، جگہ جگہ سے اظہارِ تعزیت و دعاے مغفرت کا سلسلہ جاری ہے۔ بروز اتوار دار العلوم اہلِ سنت قادریہ سراج العلوم برگدہی مہراج گنج کے لائبریری ہال میں ایک تعزیتی پروگرام ہوا جس میں معروف صحافی قاری نور الہدیٰ مصباحی گورکھ پوری کے والد مرحوم حضرت علامہ مولانا منور حسین مصباحی عزیزی کے لیے خصوصی دعاے مغفرت کی گئی، اس پروگرام کا آغاز قاری منور حسین کے تلاوت کلام پاک اور اختتام دار لعلوم ہذا کے شیخ الحدیث مولانا شبیر احمد مصباحی کی دعا پر ہوا۔ اظہارِ تعزیت پیش کرتے ہوئے حضرت عزیز ملت علامہ عبد الحفیظ عزیزی سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی، فضل الرحمٰن برکاتی، مولانا فروغ القادری، مفتی شمس الہدیٰ خان مصباحی، مولانا توصیف رضا مصباحی، مولانا الحاج محمد معین الدین قادری، مولانا انوار احمد مصباحی، مولانا شیر محمد قادری، مفتی محمد نظام الدین نوری، مفتی اظہار احمد فیضی، مفتی نور الحسن نوری مولانا ضیاء المصطفیٰ نظامی، مولانا سید نظامی، مولانا علی احمد بسمل عزیزی، مولانا فروغ احمد اعظمی، مولانا محب احمد علیمی، مولانا سراج احمد مصباحی، مفتی صدر الوریٰ قادری، مولانا غیاث الدین خان نظامی، مولانا ساجد علی مصباحی نے کہا کہ جامعہ اشرفیہ کے قدیم اور موقر فارغ التحصیل عالم دین حضرت مولانا منور حسین عزیزی مصباحی گورکھ پوری کا انتقال جماعتِ اہلِ سنت کے لیے بہت بڑا خسارہ ہے جس کی بھرپائی بہت مشکل نظر آ رہی ہے۔ آپ کا تعلق اتر پردیش کے ضلع گورکھ پور موضع آراضی چلچلوا بھٹ ہٹ بازار سے تھا۔ آپ کی ولادت ابتدائی تعلیم و تربیت والد ماجد صوفی محمد شہاب الدین مرحوم کے زیرِ سایہ ہوئی۔ اس کے بعد ہندوستان کی ممتاز دانش گاہ دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور کا رخ کیا اور اعدادیہ تا فضیلت درس نظامی کی تعلیم جید علما و فقہا سے مکمل کی۔ 1968 میں آپ اسی دبستان علم و ادب سے فارغ التحصیل ہوئے، اس کے بعد میدان درس و تدریس میں قدم رکھا، دار العلوم اشرفیہ کی اسناد سے پٹیل انٹر کالج بھٹ ہٹ گورکھ پور میں لیکچرر مقرر ہو گئے بیالیس سالوں تک گورنمنٹ ٹیچر کی حیثیت سے علمی

وتعلیمی شمع روشن کرتے رہے۔ آپ نے اس خطے میں دین وسنیت کی نشرو اشاعت میں بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ آپ نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ آپ کو دینی، علمی، تبلیغی خدمات کے اعتراف میں کئی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے۔ آپ جلالۃ العلم حافظ ملت شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پوری علیہ الرحمہ کے شاگرد رشید ہونے کے ساتھ مرید عزیز بھی تھے۔ آپ نے متعدّد کتابیں بھی تحریر کی ہیں۔ فلسفۂ قربانی، فاضلِ بریلی کی ادبی خدمات، مشرقی یوپی میں علماے اہلِ سنت کی دینی وملی خدمات اور نغمہ نواز (نعتیہ مجموعہ) آپ کی یادگار کتابیں ہیں۔ افسوس صد افسوس دارالعلوم اشرفیہ مصباح العلوم کا یہ عظیم فرزند ہزاروں سوگواروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر دار فانی سے دارِ جاودانی کی جانب کوچ کر گئے۔

معروف صحافی اور مصباحی عالمِ دین مولانا قاری نور الہدیٰ مصباحی آپ کے لائق وفائق فرزند اور آپ کی دینی وعلمی وراثتوں کے امین ہیں۔ ہم آپ کو اور آپ کے برادر گرامی الحاج سیف الدجیٰ اور حضرت علیہ الرحمہ کے جملہ اہلِ خانہ کو تعزیت پیش کرتے ہیں۔ رب قدیر جملہ لواحقین کو صبر وشکر سے نوازے۔

دارالعلوم اہلِ سنت معین الاسلام چھتونا کے پرنسپل مولانا غیاث الدین خان نظامی نے اظہارِ تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ علم وعمل کے جبل شامخ اور مذہب ومسلک کے مبلغ صادق نے داعیِ اجل کو لبیک کہہ کر جماعت اہلِ سنت کے تمام طبقات کو سوگوار کر دیا۔ یقیناً جماعتِ اہلِ سنت کے ممتاز عالمِ دین، مسلکِ اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان، ضلع گورکھ پور واطراف واکناف کے ایسے مبلغ کہ عمر کے اکثر حصے میں انٹر کالج کی ملازمت اور فرائض پورا کرتے ہوئے بھی جس مردِ قلندر نے تبلیغ مذہب ومسلک کی گراں قدر خدمات کو پوری قوت وتوانائی کے ساتھ حیات وزیست کے آخری ایام میں بھی جاری رکھنے والے مفکر داعیِ دین، پاسبانِ ملت ومسلک، قاطع بدعت وضلالت، خلیفۂ عزیز ملت محترم الحاج سیف الدجیٰ، قاری نور الہدیٰ صاحبان کے مشفق والدِ گرامی حضرت مولانا محمد منور حسین مصباحی (نور اللہ مرقدہ) صاحبِ سجادہ خانقاہ عزیزیہ اراضی چلبلوا نزد بھٹ ہٹ بازار ضلع گورکھ پور نے چند ماہ کی علالت کے بعد کل علی الصبح داعیِ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ کثیر علماے کرام اور عقیدت مندان نے پرنم آنکھوں سے اراضی چلبلوا کے قدیم قبرستان میں حضرت کو سپردِ خاک کر دیا، بلا شبہ علامہ مصباحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال قوم وملت، مسلک وجماعت کے لیے ایک ایسا خلا ہے جس کو احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ بطفیل نبی الاعلیٰ حضرت موصوف کے جملہ گناہوں کو معاف فرما کر داخلِ بہشت کرتے ہوئے درجات کی بلندیوں سے نوازے اور قوم وملت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے اور آپ کے جملہ پس ماندگان کو صبر وشکر کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

آہ! مولانا الحاج الشاہ نسیم الدین رضوی

از: **محمد صابر القادری فیضی**

استاذ نا الکریم فخر بہار نواسہ محدث اعظم بہار خلیفہ سبحانی میاں بریلی شریف پیر طریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد نسیم الدین رضوی مقصود پوری علیہ الرحمہ 22 ستمبر 2020 بروز منگل بوقت 3 بج کر 45 منٹ پر لاکھوں شیدائیوں کو داغ فراق دے کر جنت کے مکینوں میں جا بسے إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شی عندہ باجل مسمی۔

حضرت علامہ الحاج نسیم الدین رضوی منظری علیہ الرحمہ مخلص داعی عظیم رہبر، رئیس الاساتذہ جلیل القدر عالم دین، زبردست فقیہ عظیم قائد ومصلح تھے رب قدیر نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا لمبے عرصے سے جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی مظفر پور، بہار میں قال اللہ وقال الرسول کا درس دیتے رہے۔ آپ کی دینی خدمات سے خلیفہ مفتی اعظم ہند شیر بہار علامہ مفتی محمد اسلم رضوی علیہ الرحمہ بہت خوش تھے نائب مہتمم کے عہدہ پر شروع سے ہی رکھا۔

آپ ہمارے گاؤں کمہرا اکثر تشریف لاتے میلاد شریف کی محفل منعقد ہوتی اصلاحی گفتگو فرماتے اور آپ کا خاص وصف "عشق رسول" تھا۔ عشق رسول میں ڈوب کر امام عشق ومحبت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ کی نعت پاک "سب سے اعلیٰ واولی ہمارا نبی" پڑھتے تو پورا مجمع جھوم اٹھتا اللہ نے آواز میں وہ کشش رکھی تھی کہ دل ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ حضرت نعت گنگناتے رہیں اور ہم سب اس سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔

اللہ کریم ان کے تمام اوصاف حمیدہ کے صدقہ وطفیل شافع محشر جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا جوار عطا فرمائے اور شمیم جنت سے نوازے، اللہ کریم حضرت کے محبین مخلصین معتقدین طلبہ اہل مقصود پور، اراکین جامعہ قادریہ اور خصوصًا حافظ وقاری پروفیسر محمد مدنی شہزادہ فخر بہار کو صبر جمیل اور اس پر اجر کریم عطا کرے۔ "آمین" میں فخر بہار کے اہل خانہ کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور اس دکھ کی گھڑی میں برابر کا شریک ہوں۔ تعزیت پیش کرنے والوں میں مولانا محمد شاکر القادری مصباحی پونہ، مولانا قمر مصباحی بنول، ماسٹر عبد القادر رضوی کمہرار، شاعر اسلام اسلام الدین قمر انکھولی، مولانا شمشاد عالم شمسی چھپرہ وغیرہ شامل ہیں۔ mdsaberulquadri@gmail.com

مولانا افروز احمد اشرفی مصباحی مبارکپوری علیہ الرحمہ

از: **محمد ہاشم اعظمی مصباحی** نوادہ مبارکپور

عہد حاضر کی تاریخ میں یقینًا سن 2020ء کو عام الحزن کے نام سے یاد کیا جائے گا اس دور قحط الرجال میں یکے بعد دیگرے کثیر اکابرین و مشائخین ہمیں داغ مفارقت دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اسی کی ایک کڑی جامعہ اشرفیہ مبارکپور کے قدیم و عظیم فارغ تلمیذ حافظ ملت و مرید محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا افروز احمد اشرفی مصباحی کی ذات ہے. آپ 23 ستمبر 2020ء مطابق 5 صفر المظفر 1441 ہجری کی شب تقریبًا 8:30 بجے اپنے معتقدین اور محبین کو غم زدہ کر کے اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون.

مولانا افروز احمد اشرفی علیہ الرحمہ علم فن کے شہر مبارکپور کے محلہ نوادہ میں 1934ء کو حاجی نظام الدین ابن حاجی عبد اللہ کے گھر پیدا ہوئے ناظرہ و پرائمری درجات کی تعلیم مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم نوادہ سے حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے عالمی شہرت یافتہ اسلامی دانشگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخل ہوئے 10 سال تک حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی اور دیگر اساتذۂ کرام نے اپنی آغوشِ تربیت میں لے کر مولانا کو خوب خوب نکھارا سنوارا اور پروان چڑھایا 1961ء میں اشرفیہ سے فراغت کے بعد مہاراشٹر، بستی، گورکھپور وغیرہ مختلف مقامات پر طالبان علوم نبویہ کی پیاس بجھاتے رہے پھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے حکم پر بارہ بنکی ضلع کے حیدر گڑھ تحصیل میں واقع محلہ ولی نگر تشریف لے گئے وہاں پر امین شریعت مفتی رفاقت حسین علیہ الرحمہ سابق مفتی اعظم کانپور کا قائم کردہ مدرسہ اشرفیہ رفاقت العلوم بشکل مکتب موجود تھا آپ نے اپنی کاوشات پیہم سے مدرسہ کی تعلیم و تعمیر کو بام عروج عطا کیا ولی نگر میں آپ کی تشریف آوری سے ہر طرف دین و سنیت کی بہار آگئی آپ ہی کی جانفشانی و کاوشات پیہم سے ولی نگر میں جلوس محمدی ﷺ کا آغاز ہوا آج تک جاری ہے اور یہ تاریخی جلوس صبح قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا۔ آپ ہومیوپیتھ کے بہترین ڈاکٹر بھی تھے اپنی خود کی ڈسپنسری تھی جس پر بندگان خدا کا ہومیوپیتھک کے ساتھ روحانی علاج بھی کرتے تھے۔ زبان و بیان اور شعری کلام میں اتنی شیفتگی اور برجستگی تھی کہ جو سنتا قائل ہو جاتا کیا کیا رقم کیا جائے مختصرًا یہ کہ آپ کی شخصیت جہان سنیت میں ممتاز اور فارغین اشرفیہ میں قابل فخر تھی اشرفیہ کے خیر خواہ حضور حافظ ملت کے شیدا بزرگان دین خصوصًا سلسلہ اشرفیہ کے بزرگوں سے گہری عقیدت اور والہانہ وابستگی رکھتے تھے حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مرید و معتمد علیہ تھے آپ علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اسلام و سنیت کی ترویج و اشاعت اور خدمت خلق سے عبارت تھی آپ ایک منفرد المثال مدرس، پر تاثیر خطیب، ماہر حکیم، اور کہنہ مشق شاعر و ادیب تھے نیز گم گشتہ گان راہ کے لئے عظیم داعی و ہادی تھے۔ آخر عمر میں مفلوج ہو کر اپنے وطن مالوف نوادہ مبارکپور میں قیام پذیر رہے اور تاحیات مدرسہ اشرفیہ سراج العلوم نوادہ کی مجلس شوریٰ کے رکن اور مجلس عاملہ میں نائب صدر رہے اور زندگی بھر مدرسہ کی تعلیمی و تعمیری ترقی کے لیے کوشاں رہے۔ آپ کی رحلت سے یقینًا ایسا خلا پیدا ہوا ہے کہ مستقبل قریب میں جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ مولیٰ تعالی اپنے حبیب ﷺ کے صدقے آپ کی خدمات کو قبول فرما کر اسے ذریعۂ نجات اور ترقیٔ درجات کا سبب بنائے نیز پس ماندگان اور محبین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

وہ جس نے گلشن ملت کی آبیاری کی
خدا رکھے اسے شاداب ہم کو چھوڑ گیا
لحد میں خلد بریں کے حسیں نظارے ہوں
رہے وہ فضل سے سیراب ہم کو چھوڑ گیا

☆☆☆☆

مکتوبات

آہ! حضرت محبوب میناشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مکرمی! 18 ستمبر 2020ء کو یہ خبر سن کر انتہائی رنج ہوا کہ خانقاہ عالیہ مینائیہ کربلا روڈ گونڈہ کے صاحب سجادہ جامعہ امیر العلوم مینائیہ کے بانی و سربراہ محبوب العلما والمشائخ صوفئ وقت حضرت محبوب میناشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جمعہ کے وقت دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے. انا للہ وانا الیہ راجعون

خبر سنتے ہی "فاقرءوا ماتیسر من القرآن" کے موافق تلاوت قرآن پاک کر کے حضرت کی روح سعید کو ایصال ثواب کیا اور اہل خانہ 'معتقدین 'مریدین اور تمام محبین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی۔

موت یقینی ہے، جو بھی اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک دن یہاں سے جانا ہے، دائمی اور ہمیشگی اخروی زندگی ہے، اس جہان میں ایک سے بڑھ کر ایک عالم و صوفی، پیر و شیخ اور مفکر و دانش ور ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان کے اندر بھی اہل علم و دانش اور حاملین تصوف و طریقت کی اچھی خاصی تعداد ہے، ہر کوئی اپنی بساط کے مطابق دین و مذہب اور مسلک و ملت کی خدمت انجام دے رہا ہے، مگر بعض شخصیات ایسی بھی ہوتی ہیں جو خدمت دین اور ملت کی فلاح و بہبودی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیتی ہیں اور یہ توفیق الٰہی پر منحصر ہے، حضرت محبوب میناشاہ بھی انہیں عظیم المرتبت شخصیات میں سے تھے، انہوں نے اسلام و سنیت اور مسلک و ملت کی بہتری و ترقی کے لیے پوری زندگی صرف کر دی، باباجی کے عظیم کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ گونڈہ کے اندر وسیع و عریض میدان میں "جامعہ مینائیہ" کا قیام ہے، جس نے تجوید و قرآت، حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا۔ جامعہ مینائیہ کی اعلیٰ تعلیم و تربیت، صفائی و ستھرائی اور حسن انتظام دوسرے اداروں کے لیے قابل تقلید نمونہ ٹھہرا، سیکڑوں اقامتی طلبہ کے خورد نوش، دوا علاج کتب و دیگر ضروریات اور درجنوں لائق و فائق اساتذہ کے لیے رہائش کے ساتھ ان کے معقول مشاہرہ کا جو اعلیٰ نظم باباجی نے کیا وہ آپ کی علم دوستی 'طلبہ و علمانوازی اور دریادلی و سخاوت کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت محبوب میناشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دینی تعلیم کے ساتھ پرائمری سے لے کر ڈگری کالج سطح تک عصری تعلیمی ادارے بھی قائم کیے جو آج بہت کامیابی سے چل رہے ہیں. باباجی دور بیں نگاہ رکھنے والے مرد قلندر تھے، انہوں نے زندگی کے ہر شعبے کو اپنی خدمات سے زینت بخشی۔ محبوب میناشاہ مینائی کمپیوٹر سینٹر کا قیام اس وقت عمل میں لائے جب ہمارے یہاں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کی تعلیم حاصل کرنا خطا تصور کیا جاتا تھا. آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ انٹرنیٹ زندگی کے ہر شعبے میں چھایا ہوا ہے۔

جس طرح احکام اسلام سے آگہی اور ایمان و عقائد کے تحفظ کے لیے دینی تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے مدارس و جامعات کا قیام ضروری، اسی طرح مسلمانوں کو بد مذہب اماموں کی اقتدا سے بچانے کے لیے ہر گاؤں و شہر اور قصبہ و محلہ بالخصوص نئی آبادیوں میں مساجد کی تعمیر بھی ضروری ہے، حضرت باباجی نے اس جانب خصوصی توجہ دیا اور شہر گونڈہ و اطراف اور اپنے حلقوں میں متعدد مساجد تعمیر کروائیں، ان نو تعمیر مساجد میں گونڈہ فیض آباد روڈ پر مدینہ مسجد حسن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے.

بلا شبہ حضرت محبوب میناشاہ علیہ الرحمہ علم دوست، غریب پرور، علمانواز اور عظیم صوفی و بزرگ انسان تھے. انہوں نے اپنی اعلیٰ خدمات سے اسلام و مسلمانوں کا سر فخر سے بلند کر دیا اور قوم مسلم کو خود کفیل بن کر زندگی گزارنے کا سلیقہ عطا کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیوی وجاہت سے نوازا تھا۔ غریب و بے کس انسانوں کے آپ مسیحا تھے، خدمت خلق کا جذبہ تادم حیات آپ کے اندر موجزن رہا. آپ کے اعلیٰ کارنامے موجودہ و آنے والی نسلوں کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوں گے۔

از: **محمد عرفان قادری**
استاذ مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

میڈیا میں بے روزگاری اور معیشت پر کوئی بحث نہیں

مکرمی! مرکز میں جب سے بی جے پی سرکار برسر اقتدار آئی ہے، اس وقت سے ہی نوع بنوع منفرد انداز میں مسائل جنم لے رہے ہیں، جس کے باعث برادران وطن کو کافی مشکلات اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، اپنے حقوق کی بازیابی کی آواز بلند کرنے والوں کو غدار وطن سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہجومی تشدد، ماب لنچنگ کے ذریعہ اقلیتوں کا بے تحاشہ خون بہایا گیا، میڈیا اس حکومت میں بے لگام ہو چکا ہے، مختلف قسم کے پروپیگنڈہ رچنے میں سب سے پیش پیش ہے، اسے حکومت وقت کی پوری طرح پشت پناہی حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ میڈیا پر مہنگائی بے روزگاری معیشت اور تجارت پر بحث نہیں ہو پا رہی ہیں، چین کی در اندازی پر کھل کر بات نہیں ہو پا رہی ہے، ملک کے مستقبل نوجوانوں کو موت کے منہ میں بلاوجہ ڈالا جا رہا ہے، چین ہماری سرحد کے اندر داخل ہو گیا، کہا یہ جا رہا ہے کہ چین ہمارے ملک کی سرحد میں نہ گھسا ہے نہ گھسے گا، اس کی صداقت کو قبول کرتے ہوئے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے سے کترایا جا رہا ہے، شرپسند عناصر کی زبانیں نے پوری طرح بے قابو ہیں، کون کب کیا کہہ دے گا، کچھ کہا نہیں جا سکتا ہے، برسوں سے چل رہا بابری مسجد مندر قضیہ کو یک طرفہ کارروائی کے ذریعہ رام مندر تعمیر کرنے کا راستہ صاف کرا لیا گیا، رام مندر کی تعمیر کے لیے پورے ملک سے چندہ اکٹھا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، بی جے پی کو ایک ووٹ دینا رام مندر میں ایک اینٹ رکھنے کے مترادف قرار دیا جا رہا ہے، بہار کے مزدور سیکڑوں میٹر پاپیادہ چل کر اپنے گاءوں پہنچے، ان کے لیے حکومت نے اب تک کوئی لائحہ عمل تیار نہیں کر سکی، نوجوان بیروزگاری کی مار جیسے پہلے جھیل رہا تھا، یوں ہی آج بھی جھیل رہا ہے، اس جانب بھی کوئی موثر اقدامات نہیں اٹھائے جا رہے ہیں، پہلے، سب کا ساتھ، سب کا وکاس، کا نعرہ دیکر عوام کو اپنے دام فریب میں لیا گیا، اب تو اس میں ایک نعرہ کا اور اضافہ ہو گیا، سب کا وسواس، اپنی ناکامی پر پردہ پوشی کے لیے مختلف قسم کے مسائل عوام کے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں، برادران وطن نے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کر کے اقتدار کی کرسی تک پہنچایا انہیں یہ نہیں معلوم تھا، کہ آگے چل کر ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا، جس طرح سرمایہ داروں کے سرمایہ کے اضافہ کے بارے میں غور و خوص کیا جا رہا ہے، کاش مفلس اور کنگال بیروزگاروں کی فلاح و بہبود کے بارے میں کوئی غور و خوض کیا جاتا، تو آج ملک اور قوم شاہراہ ترقی پر گامزن ہوتا_

از: **محمد عبدالباری نعیمی اعظمی،**
استاد مدرسہ عربیہ فیض نعیمی سریا پہاڑی اترولیا اعظم گڈھ
abdulbarinaeemi68409@gmail.com

(ص:46 کا بقیہ)

نعت نگاری کے اس کینوس کو مزید وسعت دینے میں حسن رضا اطہؔر کی شعری کاوشیں بھی مصروفِ کار ہیں۔ وہ مسلسل کہہ رہے ہیں، امید ہے آئندہ بھی اسی طرح کہتے رہیں گے۔ یہاں ہم ان کے چند اشعار نقل کرتے ہیں جو ان کی بے مثال سخن سازی اور عصرِ حاضر کے مزاج کے مطابق جدت طرازی کا آئینہ ہیں۔

یاد شدت سے آیا پھر طیبہ
خشک آنکھوں میں ہے نمی کچھ سوچ
موت آئی ہے پڑھ درود شریف
وقتِ آخر ہے آخری کچھ سوچ

دہراؤں بار بار ضروری تو یہ نہیں
وہ جانتے ضرور ہیں کیا چاہتا ہوں میں
اطہؔر ہے میرے سامنے سیرت رسول کی
سب کی بھلائی سب کا بھلا چاہتا ہوں میں

بلال تم نے غلاموں کی آبرو رکھ لی
کبھی کسی نے کہا تھا غلام کچھ بھی نہیں

اسی لیے تو دھنک رنگ فکر ہے میری
ثنا کے حرف کا سرکار سے تعلق ہے
دعا کے پھول نچھاور کرے جو دشمن ہر
اسی کا آپ کے کردار سے تعلق ہے

گر نہیں سکتا ہوں، میں گر ہی نہیں سکتا ہوں
مجھ کو اطہرِ مرے سرکار سنبھالے ہوئے ہیں

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو اردو کے نعتیہ ادب میں "انبساط" ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ قابلِ مبارک باد ہیں حسن رضا اطہؔر جنھوں نے ایسی نعتیں کہیں جو عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے جذبۂ عشق مزید جلا بخشیں گی۔ کتاب کا کاغذ بہت عمدہ اور چہار رنگی دیدہ زیب سرورق سادگی میں حسن کا منہ بولتا ثبوت۔

☆☆☆☆☆

خیر و خبر

ہمیں مدارس چلانے کے لیے سرکاری بھیک کی ضرورت نہیں۔اوقاف کی ملکیت ان پر خرچ کی جائے۔

(مفتی محمد منظر حسن خاں اشرفی مصباحی)

ملک کی اقتصادی و معاشی صورتِ حال کیا ہے اور اس مہاماری میں کس کسمپرسی کے عالم میں لوگوں کے اوقات گذر رہے ہیں، یہ کسی باہوش وذی شعور سے پوشیدہ نہیں ہے۔ خورد و نوش کا انتظام مشکل سے ہو پارہا ہے۔ ایسے دردناک وغم ناک ماحول میں بھی کچھ کرسی پر بیٹھنے والے فتنہ پروری و نفرت انگیزی سے باز نہیں آرہے ہیں، کیوں کہ ان کی نظر میں عوام کی تعمیر و ترقی اور خوش حالی کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کو تو نفرت پھیلا کر کرسی چاہیے۔ ایسا ہی ایک بیان آسام کے ایک منتری کا سامنے آیا جو مدارسِ اسلامیہ کو لے کر ہے تو ان سے ہی نہیں بلکہ ان جیسی ذہنیت رکھنے والے تمام لیڈروں اور لوگوں سے میں دو ٹوک کہنا چاہتا ہوں کہ صرف آسام نہیں اگر پورے ہندوستان میں بھی جو سرکاری امدادیں مدارسِ اسلامیہ کو مل رہی ہیں (جتنے مدارس چل رہے ہیں پورے ملک میں ان میں سے دس فیصد سے بھی کم ہیں وہ مدارس جن کو کچھ سرکاری امداد مل رہی ہے۔ وہ بھی بند ہو گئیں، اس کے باوجود ان شاء اللہ مدارس اسلامیہ قیامت تک بند نہیں ہوں گے۔ ہم کو مدارس چلانے کے لیے سرکاری بھیک نہیں چاہیے۔ ہمارے پورے ملک میں جتنی اوقاف کی ملکیت ہیں اسے ہمارے حوالے کیا جائے، اس کا کرپشن بند کیا جائے، اس کا درست استعمال کیا جائے۔ ہمارے آباواجداد نے ان جیسے مستقبل کے حالات کو دیکھتے ہوئے عمارات و باغات اور زمینوں کو وقف کیا تھا تاکہ مستقبل میں آنے والی نسلوں کو مدارس و مساجد اور رفاہی اداروں کے لیے سرکاری امداد کے لیے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ مگر برا ہو ان لیڈروں اور افسروں کا جنھوں نے کرپشن کی وجہ سے اس کا درست و مفید استعمال اب تک نہیں ہونے دیا۔ اور اس میں بڑے سے بڑے سفید پوش بھی سیاہ نظر آتے ہیں۔ مدارس کے خلاف بولنے والے کو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ ہم ایک وقت بھوکے رہ کر بھی بھیک نہیں مانگیں گے، سنی اوقاف ہمارا بنیادی حق ہے، ہم اس کے لیے جنگ لڑتے رہیں گے اور اپنے مدارس کسی بھی طرح چلاتے رہیں گے۔

از: **کمال خان اشرفی**

ہم توہینِ رسالت ہرگز برداشت نہیں کریں گے

(سید محمد امان میاں قادری برکاتی)

علی گڑھ کی متحرک و فعال دینی سماجی تنظیم کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ اہلِ سنت و جماعت علی گڑھ کی جانب سے فرانس میں نبی کریم کی شان میں توہین آمیز خاکے شائع کرنے پر تعلیم آباد (وحید نگر) میں شہزادۂ حضور امینِ ملت سید محمد امان میاں قادری مدظلہ العالی والنورانی کی صدارت اور عالی جناب سید مصطفےٰ علی قادری کی قیادت میں احتجاجی میٹنگ رکھی گئی جس میں فرانس کے خلاف سخت غم و غصہ کا اظہار کیا گیا، حضور سید محمد امان میاں قادری مدظلہ العالی والنورانی نے کہا کہ ہم توہین رسالت ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔ ہم حضور سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرتے ہیں۔ فرانس کا گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کرنا دنیا کے کروڑوں مسلمانوں کے ایمان پر حملہ ہے اور بد ترین دہشت گردی ہے۔ کوئی بھی تہذیب ڈیڑھ ارب افراد کے دینی جذبات کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دیتی، لیکن توہین آمیز خاکے بنانے والے اپنے شیطانی عمل سے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ فرانس کے حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ سلطنتِ عثمانیہ کے دور میں بھی فرانس نے ایسی ہی خباثت کی تھی جس کا جواب اس وقت کے سلطان عبد الحمید نے دیا تھا، جس پر فرانس نے بھی اہانتِ رسول پر مبنی فلم پر روک لگا دی تھی۔ لہٰذا ماضی کی طرح اس گستاخانہ حرکت پر فوری طور پر روک لگائی جائے تاکہ یہ ناسور ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اور دوبارہ اس طرح کی خباثت نہ کرے۔ فرانس اس حرکت پر معافی مانگے۔ اگر فرانس نے معافی نہیں مانگی تو پوری دنیا کے مسلمان فرانس کا بائیکاٹ کریں، خاص طور پر تاجر

برادران فرانس کی اشیا کے خرید و فروخت بند کر دیں اور اسلامی ممالک اس اقدام کے خلاف فرانس سے سفارتی تعلق ختم کریں۔ مزید کہا کہ اسلام امن چاہتا ہے اور دنیا میں بھائی چارے کا پیغام دیتا ہے، لیکن ہم کسی بھی صورت میں توہینِ رسالت کو برداشت نہیں کریں گے۔ عالی جناب سید مصطفےٰ علی قادری (نگراں کل ہند انجمن اصلاح معاشرہ اہلِ سنت و جماعت علی گڑھ) نے توہین آمیز خاکوں کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ فرانس کے حکمراں مسلمانوں کے صبر کا امتحان لینے کی کوشش نہ کریں۔ مسلمان تحفظِ ناموسِ رسالت کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ محمد وسیم برکاتی صاحب نے کہا کہ مسلم ممالک کے حکمراں امریکہ اور یورپ کی غلامی چھوڑ کر غیرت و حمیت کا مظاہرہ کریں۔ بطور مسلمان ہمارے نبی کریم کی ناموس سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔

مزید انھوں نے کہا کہ آزادی اظہارِ رائے کی آڑ میں کسی کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانا کہاں کی انسانیت ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ فرانس کے صدر کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ اہلِ فرانس کو چاہیے کہ اپنے صدر کا محاسبہ کریں اور اپنے ملک کو تباہ ہونے سے بچائیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا ہندوستان کی گورنمنٹ سے بھی مطالبہ ہے کہ فوراً فرانس کے خلاف سخت ایکشن لے تاکہ ملک میں امن و امان بحال رہے۔ ڈاکٹر سلمان علیمی نے کہا کہ فرانسیسی کمپنیوں کا بائیکاٹ کر کے مسلمان فرانس سمیت دیگر ممالک پر دباؤ ڈال سکتے ہیں اور انھیں یہ پیغام دے سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو حضور کی توہین سے کتنی تکلیف ہوتی ہے اور وہ اپنے نبی کی توہین کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ مفتی جاوید مصباحی نے کہا کہ فرانس میں حضور کی شان میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف منظم اور سوچی سمجھی سازش ہے۔ فرانس کا یہ رویہ قابلِ مذمت ہے۔ مسلمان اشتعال کے بجائے اپنے اتحاد کے ذریعہ مذموم سازش کو ناکام بنائیں۔ مولانا شمشاد اجمل برکاتی نے کہا کہ تحفظ ناموسِ رسالت مسلمانوں کے دین و عقیدہ سے وابستہ معاملہ ہے، حضور کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے خلاف غم و غصہ کا فطری معاملہ ہے۔ ایک مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے، مگر وہ توہینِ رسالت پر مبنی ادنیٰ سے ادنیٰ بات بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ ضیاء الرحمٰن امجدی نے کہا کہ دنیا بھر میں اسلام کی پھیلتی ہوئی دعوت کو روکنے اور مسلمانوں کے دلوں میں اپنے نبی کی محبت کو کم کرنے کی ناپاک کوششیں کی جا رہی ہیں، لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔ جس قدر حضور کی شان کم کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سے کہیں زیادہ مغربی ممالک کے عوام میں سیرتِ رسول کا مطالعہ بڑھا اور ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ مزید انھوں نے کہا کہ خاکے بنانے والے خاک میں مل جائیں گے لیکن میرے نبی کا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا۔ اس موقع پر مولانا سید اوصاف علی مجددی، مولانا عارف رضا، حافظ محمد گلفام رضا وغیرہ موجود تھے۔

خانقاہ حسنی حضوری سریاں شریف میں عرس مجددی

کوڈ19 کرونا وائرس مہاماری اور حکومت ہند گائڈ لائن پر عمل کرتے ہوئے امسال خانقاہ حسنی حضوری سریا شریف میں نبیرۂ مخدوم سریا شہزادۂ امام الاولیا شیخِ طریقت حضور سید حامد حسن جیلانی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں عرس مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کا انعقاد ہوا۔

27 صفر المظفر 1442ھ مطابق 15 اگست 2020 بروز جمعرات کو بعد نمازِ فجر قرآن خوانی ہوئی پھر آستانہ مخدوم سریا و امام الاولیا پر حضور شیخِ طریقت کے دست اقدس سے چادر پوشی کی گئی اور قل فاتحہ کے بعد حضور صاحب سجادہ نے عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے حفظ و امان کے لیے رقت انگیز دعا فرمائی۔ پھر حضور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کا خرقہ شریف زیب تن فرما کر لوگوں کو زیارت کرائی۔ پھر محفلِ میلاد شریف کا انعقاد ہوا۔ نعت و منقبت کے بعد خصوصی خطاب مفکر اسلام حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی کا ہوا۔ موصوف نے فیضانِ اولیاے کرام پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ پھر حضرت مولانا انوار احمد نعیمی نے سلسلۂ نقشبندیہ کے معمولات پر مشتمل آخری خطاب فرمایا۔ حضور شیخ طریقت صاحبِ سجادہ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔ بعد نمازِ مغرب ختم خواجگانِ نقش بندیہ اور محفلِ میلاد شریف کا انعقاد ہوا۔

مورخہ 28 صفر المظفر 1442ھ مطابق 16 اکتوبر 2020 بروز جمعہ بعد نمازِ فجر قرآن خوانی ہوئی اور محفل میلاد شریف کا انعقاد ہوا، جس میں خصوصی خطاب شہزادۂ شیخِ طریقت حضرت مولانا سید فیض الحسن ولی عہد آستانہ حضوریہ کا ہوا۔ آخری خطاب مولانا انوار احمد نعیمی صاحب کا ہوا اور ولی عہد آستانہ کی رقت انگیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

اساتذۂ کرام دار العلوم غوثیہ حضوریہ خانقاہ سریا کے علاوہ علاقائی علماے کرام و ائمۂ مساجد نے خصوصی شرکت فرمائی۔